احکام

حج وعمرہ

تالیف:

مولانا محمد اسحاق حفظہ اللہ

سلطان العلماء اکیڈمی

الحج

سلطان العلماء اکیڈمی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

- کتاب .... احکام حج وعمرہ
- مصنف .... مولانا محمد اسحٰق حفظہ اللہ
- اہتمام .... سلطان العلماء اکیڈمی
- تعداد 1100
- قیمت .... 75 روپے

سلطان العلماء اکیڈمی

محمدی کریم مسجد جیلانی پورہ گلی نمبر 1 رحمان جیولرز والی گلی ستیانہ روڈ فیصل آباد

041-8541881

فہرست

1	احکامِ حج وعمرہ	7
2	سفرِ حج وعمرہ میں احتیاط درکار ہے	9
3	مقاصدِ حج	10
4	حج وعمرہ کے لغوی اور شرعی معنی	10
5	حجِ اکبر۔ حجِ اصغر	10
6	بہتر حج کون سا ہے؟	10
7	فرضیتِ حج	11
8	حج میں نیابت یا حجِ بدل	12
9	چھوٹے بچے کا حج	14
10	حج وعمرہ کی فضیلت	14
11	حج وعمرہ کی نیت	15
12	مناسکِ حج وعمرہ کا فلسفہ	15
13	انسان کی کمزوریاں اور ان کا علاج	15
14	احرام کی حکمت	15
15	لبیک کہنے کی حکمت	16
16	کعبہ	17
17	حجرِ اسود	18
18	مقامِ ابراہیمؑ پر نماز پڑھنے کی حکمت	18
19	ملتزم کی حکمت	18
20	طواف کی حکمت	18
21	سعی کی حکمت	18
22	طواف اور سعی کے چکر اور تکبیریں سات کیوں ہیں؟	20

23	وقوفِ عرفات کی حکمت	20
24	مزدلفہ میں قیام کی حکمت	21
25	منیٰ کے مناسک کی حکمت	21
26	سر منڈانے کی حکمت	21
27	رمیِ جمرات کی حکمت	21
28	طوافِ وداع کی حکمت	23
29	اقسامِ حج	23
30	رمضان کا عمرہ	24
31	تنعیم سے عمرہ کرنا	24
32	حج وعمرہ کے ثواب کا انحصار	25
33	حدودِ حرم	25
34	نفلی حج وعمرہ یا خیرات کرنا بہتر ہے	26
35	مکمل طریقۂ عمرہ وحجِ نبوی	27
36	مسائلِ حج وعمرہ	35
37	میقات کا مسئلہ	35
38	احرام باندھنا	36
39	مسائلِ احرام	37
40	دورانِ احرام خوشبو کا استعمال	45
41	متفرقات	46
42	مسائلِ طوافِ کعبہ	51
43	طوافِ کعبہ	52
44	صفا مروہ کی سعی	54
45	طواف اور سعی میں اتصال لازم نہیں ہے	55
46	بال کٹوانا	56
47	آبِ زم زم پینا	57

48	مناسکِ حج	58
49	فرائضِ حج	58
50	لبیک یا تلبیہ	58
51	منیٰ میں قیام	59
52	عرفات میں حاضری	61
53	مزدلفہ کو روانگی	63
54	رمیِ جمار یعنی کنکریاں مارنا	64
55	قربانی	67
56	طوافِ زیارت	69
57	حائضہ عورت، بوڑھے اور بیمار کا طوافِ زیارت	71
58	دو رکعت طواف	72
59	سعیِ صفا ومروہ	72
60	طوافِ وداع	72
61	مدینہ شریف کی فضیلت	73
62	زیارتِ مسجد نبوی وروضۂ پاک	73
63	زیارتِ مسجدِ قباء	75
64	زیاراتِ مدینہ	75
65	اسرار، حقائق اور حکمتِ حج وعمرہ اولیاء رحمہم اللہ کی نظر میں	75
66	موسمِ حج وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	80

سفرِ حرم

زندگی کی شام اور ارضِ مقدس کا سفر!
عمرِ ناکارہ کا یہ حصہ تو کام آ ہی گیا

بہ ایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

سحر بہ ناقہ گفتم نرم تر رو
کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم را تیز زد چنداں کہ گوئی
بہ پایش ریگِ آں صحرا حریر است

چہ خوش صحرا کہ در وے کارواں ہا
درودے خوانَد و محمل برانَد
بہ ریگِ گرمِ او آور سجودے
جبیں را سوز تا داغے بمانَد

بگیر اے ساربان راہِ درازے
مرا سوزِ جدائی تیز تر کن

احکامِ حج وعمرہ

جبیں اور شوق اس کے آستاں کا
ارادہ اور ارادہ بھی کہاں کا

حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس آدمی نے حج کیا اور اس دوران کوئی گناہ کا کام نہ کیا وہ اس طرح پاک و صاف ہو کر واپس آیا جیسے ابھی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔''

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ:2507)

بہت ہی خوش نصیب اور سعادت مند ہیں وہ لوگ جنہیں مالک دو جہاں اپنے در پر بلاتا ہے۔ اس سے بڑی بشارت اور خوش خبری کسی بندۂ پر تقصیر کے لیے کیا ہو سکتی ہے۔ آدمی اپنے نامہ اعمال پر نظر ڈالے تو پوری زندگی گناہوں سے لتھڑی نظر آتی ہے اور گناہوں کی گٹھڑی نے انسانی کمر کو دوہرا کر دیا ہے۔ اسے کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ وہ کس در کی طرف دیکھے، کس آستانے پر حاضر ہو۔ اسی طلبِ عفو و مغفرت کے لیے حج کا سفر تجویز ہوا ہے۔ بیدلؔ کی رباعی بڑی حسبِ حال ہے۔

تو کریم مطلق و من گدا، چہ کنم اگر نہ بخوانیم
درِ دیگرے بہ نُما کہ من بہ کجا روم چوں برانیم
ہمہ عمر ہرزہ دویدہ ام خجلم کنوں کہ خمیدہ ام
من اگر بہ حلقہ تنیدہ ام تو بروں در منشانیم

''تیرے فضل کی کوئی حد نہیں میں بھکاری ہوں۔ اگر تو مجھے نہ بلائے تو پھر

میں کیا کروں۔ کوئی دوسرا در مجھے دکھا دے کہ اگر تو مجھے دھتکار دے تو میں کہاں جاؤں۔ میں نے ساری عمر آوارہ گردی کی ہے۔ اب جبکہ میں کبڑا ہو گیا ہوں تو شرمسار ہوں۔ اگر میں نے دروازہ کی کنڈی کو تھام رکھا ہے تو ازرہِ کرم مجھے باہر نہ بٹھا۔''

حج اور عمرہ والے اللہ کے مہمان ہیں۔ مہمان بھی وہ جو بلانے پر حاضر ہوئے ہیں۔ اس سفر کا ترانہ ہی یہ ہے۔

لبیک اللھم لبیک حاضر ہوں اے اللہ تو نے بلایا تو میں حاضر ہوں۔ یہ اللہ کی توفیق ہے کہ وہ کسی کو اپنے گھر بلائے ورنہ بہت سے دولت مند اور باوسائل لوگ ساری دنیا میں گھومتے پھرتے ہیں مگر انہیں بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونے کی توفیق نہیں ہوتی۔

بقول مولوی غلام رسول مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

جس نوں یار وکیندا لبھے تے قیمت ہو وس پلّے
اسدے جیڈ نہ طالع والا اسدے بخت سوتّے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حج کا سفر بالکل موت کے سفر کی طرح ہے۔ بیوی بچے، دولت، جائداد اور عزیز و اقارب سب پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کفن کی طرح کا اَن سِلا لباس ہوتا ہے۔ بندرگاہ یا ائیر پورٹ پر مال و اسباب اور ویزہ وغیرہ کی چیکنگ کرنے والے لوگوں کی طرح وہاں منکر نکیر کھڑے ہوں گے جو زندگی کا حساب کتاب طلب کریں گے۔ میدان عرفات میں وقوف تو بالکل قیامت کا منظر ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ آواز دیتا ہے تو آدمی لبیک لبیک کہتا ہوا سوئے منزل روانہ ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام مُردوں کو زندہ ہونے کا حکم دے گا اور تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پریشان حال کھڑے ہوں گے۔ جس طرح میدان عرفات میں لوگ برہنہ سر کھلے آسمان تلے روتے گڑگڑاتے معافیاں مانگتے ہیں، اسی طرح روز قیامت نگاہیں اللہ تعالیٰ کے عرش کی طرف ہوں گی کہ جنت ملتی ہے یا دوزخ ٹھکانہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سفر میں

موت کے سفر کی یاد دہانی کراتا ہے۔

سفرِ حج و عمرہ میں احتیاط درکار ہے

یہ سفر جتنا اعلیٰ اور متبرک ہے اتنا ہی احتیاط کا متقاضی بھی ہے۔ اس سفر کا مقصد حصول رضائے الٰہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہونا چاہیے اور آدمی کی نیت درست ہونی چاہئے۔ اس سلسلہ میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ انہوں نے پاپیادہ کوفہ سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''چاہیے تو یہ تھا کہ میری ناک میں نکیل ڈالی جاتی اور لوگ کھینچتے ہوئے لاتے جیسا کہ بھگوڑے غلام کو لایا جاتا ہے اور میں قدم قدم پر پتھروں اور تپتے صحراؤں میں سجدے کرتا ہوا آتا۔ میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ یہ بھی کم تھا۔''

اس سلسلہ میں جو دوسری بات پیش نظر رہنی چاہیے وہ سنت رسول ﷺ کا اتباع ہے۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں کوئی ایسا عمل قبول نہیں ہوتا جو رسول اکرم ﷺ کے طریقہ پر نہ ہو۔ جتنی ملاوٹ حج کی عبادت میں ہوئی ہے شاید ہی کسی عبادت میں ہوئی ہو۔ بہت سے کتابچے جو حجاج کرام کو دیئے جاتے ہیں، ان میں سے کئی باتیں ایسی ہیں جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہیں۔

تیسری بات جو اس سفر کے لیے ضروری ہے وہ خوف خدا اور غلط حرکات سے بچاؤ کی فکر ہے۔ تقویٰ ہی اس سفر کا زادِ راہ ہونا چاہیے کیونکہ وہاں اتنا بڑا مجمع ہوتا ہے کہ ہر وقت خرابی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی موجود ہوتی ہیں جس سے انسان کے بہک جانے کا خدشہ ہر وقت لاحق رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی نیکیاں بھی وہاں ضائع ہو جائیں، اس لیے ہر وقت یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

چوتھی بات جو اس سفر کا حاصل ہے وہ فرمانِ رسول اکرم ﷺ ہے کہ جو حج اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے اس کا کم از کم اجر جنت ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ: 2508)

الجامع لاحکام القرآن میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ حج قبول ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس سفر سے واپسی پر آدمی ایسا ہو جائے کہ محسوس ہو کہ یہ آدمی صرف اور صرف آخرت کا طالب ہے۔ اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ اگر معاملہ اس کے اُلٹ ہو تو یہ سراسر خسارہ ہے، دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔

مقاصدِ حج

- بخشش مانگنا اور مغفرت چاہنا
- سنتِ رسول ﷺ کا اتباع کرنا۔
- خوفِ خدا اور غلط حرکات سے بچاؤ کی فکر کرنا۔ اس سفر کا اصل زادِ راہ تقویٰ ہے۔
- حج مقبول کا کم از کم اجر جنت ہے۔ حج مقبول ہونے کی نشانی آخرت کا طالب بن جانا اور دنیا سے منہ موڑ لینا ہے۔

حج وعمرہ کے لغوی اور شرعی معنی

حج کے لفظی معنی کسی جگہ کا قصد کرنے اور کسی کو ملنے کے لیے بار بار ارادہ کرنے اور اس کی طرف آنے کے ہیں۔ لیکن اس کے شرعی یا اصطلاحی معنی مخصوص افعال کے ساتھ تعظیم کی نیت سے خانہ کعبہ کا قصد کرنے اور اس کی طرف آنے کے ہیں۔

(الفتح الربانی شرح مسند احمد امام عبدالرحمٰن البنا رحمۃ اللہ علیہ ج: 11، ص: 2)

(فتح الباری، شرح بخاری امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج: 4، ص: 121)

عمرہ عمارت سے نکلا ہے یعنی دل تعمیر کرنا اور یہ کہ کسی آباد گھر کا ارادہ کرنا۔

حج اکبر، حج اصغر

حج اکبر، حج کو کہتے ہیں اور حج اصغر، عمرہ کو کہتے ہیں۔

بہتر حج کون سا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا حج وہ ہے کہ جس میں لبیک زور زور سے کہا جائے اور قربانیاں زیادہ سے زیادہ کی جائیں۔'' (شرح السنۃ، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: 2527)

عمرہ کے وقت بھی قربانی دینا بڑی نیکی ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ عمرہ کو جاتے ہوئے قربانی ساتھ لے گئے تھے اور صلح حدیبیہ کے سال عمرہ نہ ہونے کی وجہ سے حدیبیہ میں ہی قربانیاں ذبح کر دیں تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے وقت قربانی دیتے تھے۔ یہ قربانی مکہ میں ہی ذبح ہوگی منیٰ جانے کی ضرورت نہیں۔

یاد رہے عورتوں نے لبیک آہستہ آواز سے کہنا ہے اور صرف خود کو سنانا ہے۔ (مسند ابی یعلی)

فرضیت حج

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: 97/3)

''اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا اللہ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔''

حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ (مسلم کتاب الحج باب حج عمر میں ایک بار کرنا فرض ہے)

عورتوں کا جہاد حج ہے۔ (بخاری و مسلم، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: 2514-2534)

ایک سے زیادہ مرتبہ جو بھی حج کرے گا وہ نفلی ہوگا۔ ہاں اگر انسان دوبارہ حج کی نذر مان لے تو اس کے لیے دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ (نیل الاوطار امام شوکانی، ج: 4، ص: 295)

حج فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ استطاعت ہونے کے باوجود حج پر نہیں جاتے ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ سورہ آل عمران کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم دینے کے بعد فرمایا کہ جو اس حکم سے کفر کرے گا یعنی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تمام اہل عالم سے بے نیاز ہے۔ اور یہ فرمایا: (وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) (البقرة: 196/2) کہ اللہ کے لیے حج وعمرہ کو پورا کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ جو حج کیے بغیر مر جائے اور کوئی ضرورت ایسی نہ ہو جو اسے حج کرنے سے روکے یا ایسی بیماری جس کی وجہ سے حج کی طاقت نہ رکھتا ہو

یا کوئی بادشاہ اسے روکنے والا بھی نہ ہو تو وہ یہودی یا نصرانی کی موت مرے گا۔

(فروع کافی کتاب الحج باب باوجود استطاعت کے حج میں ٹال مٹول کرنا)

(شوکانی، نیل الاوطار، بحوالہ مرعات، ج:6، ص:270)

یہ حکایت درست نہیں ہے کہ کعبہ شریف بنانے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اونچی جگہ کھڑے ہو کر حج کے لیے آواز دی تھی اور جس نے اس آواز کا جتنی مرتبہ جواب دیا اسے اتنی ہی مرتبہ حرم کی حاضری نصیب ہوتی ہے۔ بلکہ آپ علیہ السلام نے دوسرے دینی احکام کی طرح یعنی نماز روزے کی طرح اس کا حکم دیا تھا۔

(احکام القرآن از امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ج: 3، ص: 1266 تا 1267۔)

حج ہر اس مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو عاقل اور بالغ ہو، آزاد ہو یعنی کسی کا غلام نہ ہو، خانہ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، المغنی ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ج:3، ص: 161)

استطاعت سے مراد زادِ راہ اور سواری کا ہونا، حاجی کے سفر خرچ اور اس کی غیر حاضری کے دوران گھر والوں کی گزر اوقات کے لیے مال ہونا، اور راستے میں کسی جانی یا مالی نقصان کا خطرہ نہ ہونا شامل ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حج کرنے کے لیے اولاد پر والدین کی اجازت لینا درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار ہی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:10، ص:658، کتاب الحج)

جو شخص حج، عمرہ یا جہاد کے لیے نکلا مگر پہلے ہی راستہ میں فوت ہو گیا تو اس کو ان کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی، مشکوٰۃ:2539)

حج میں نیابت یا حجِ بدل

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کا عائد کردہ فریضہ حج میرے باپ کو اس حال میں پہنچا ہے کہ وہ اتنا بوڑھا ہے کہ سواری پر بیٹھا نہیں رہ سکتا تو کیا میں اس کی طرف سے

حج کرلوں؟ فرمایا: ''ہاں''۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع کا ہے۔

(بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ:2511)

اگر کسی شخص پر حج فرض تھا یا اس نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کی اولاد یا وارثوں میں سے کوئی اس کی جگہ حج کرے خواہ وہ اس کی وصیت کر جائے یا نہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے سوال کیا ''میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرے گی، لیکن وہ حج کیے بغیر مرگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟'' فرمایا ''ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں کے ذمہ کچھ قرضہ ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ کا قرض ادا کرو، اس لیے کہ اللہ کا فرض ادائیگی کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔'' (بخاری، مشکوٰۃ:2512)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے سوال کیا۔ ''میری ماں حج کیے بغیر مرگئی۔ کیا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں، تو اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ (احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

جس پر حج فرض تھا مگر اس نے نہ کیا، اب مال تو ہے مگر صحت خراب ہے، تو ایسا شخص فوراً اپنی جگہ کسی کو حج بدل کے لیے بھیج دے تاکہ اللہ کے دربار میں بری ہو سکے۔ اگر اب بھی کوتاہی کی تو پھر معافی مشکل ہے۔

جس پر خود حج فرض ہو اور اس نے نہ کیا ہو وہ حج بدل نہیں کرسکتا۔ جس پر خود حج فرض نہ ہو اور وہ غریب ہو وہ اپنا حج کیا کرے گا۔ وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے۔ بلکہ حج بدل کے لیے ایسے ہی غریب لوگوں کو ڈھونڈ کر بھجوانا چاہیے تاکہ وہ حج بدل بھی کر لیں اور خود بھی یہ سعادت حاصل کرلیں جو وہ اپنے مالی حالات کی وجہ سے نہیں کرسکتے۔

ابوداؤد، ابن ماجہ اور مشکوٰۃ: 2529 میں بیان شدہ حضرت شُبرمہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی یہی صحیح تشریح ہے کہ مال دار آدمی پہلے اپنا حج کرے پھر دوسروں کا حج بدل کرے۔ جس

غریب کے پاس ہے ہی کچھ نہیں اس پر یہ پابندی نہیں ہے۔

(سبل السلام ج: 1، ص: 185، امام محمد بن اسماعیل یمانی رحمۃ اللہ علیہ، شرح بلوغ المرام امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، القریٰ لقاصد ام القریٰ ص: 61-62)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ نائب کے کرنے سے فرض ادا تو ہو جائے گا مگر جو عرضِ حال وہ خود کر سکتا تھا، وہ نائب تو نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اس پر ایک حسبِ حال شعر لکھا ہے:

فَوَ اللّٰهِ لَا يَشْفِي الْغَلِيلَ رِسَالَةٌ
وَلَا يَشْتَكِي شَكْوَى الْمُحِبِّ رَسُولُ

”اللہ کی قسم پیغام، عشق کے مریض کو ذرا شفا نہیں دے سکتا اور نہ قاصد وہ شکوے کر سکتا ہے جو محبّ نے اپنے محبوب سے کرنے ہوتے ہیں۔“

چھوٹے بچے کا حج

حج کے دوران ایک عورت نے چھوٹے بچے کو اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس کا بھی حج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کا بھی حج ہے اور تجھ کو اس کے حج کا بھی ثواب ملے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ: 2510)

لیکن اس بچے پر بالغ ہونے کے بعد بھی حج کرنا فرض ہوگا اگر وہ اس وقت مالدار ہوگا۔

حج و عمرہ کی فضیلت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ درمیانی عرصہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ: 2508)

رمضان میں عمرہ کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ: 2509)

حج و عمرہ کی نیت

جب نفلی حج یا عمرہ کی نیت کرنے لگو تو سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی طرف سے اور اپنی طرف سے نیت کر لو کہ اے اللہ میں ان سب کے نمائندہ کے طور پر حج یا عمرہ کی نیت کرتا ہوں اور اپنی طرف سے بھی۔ ان شاء اللہ ایسی نیت کا ثواب ان سب مسلمانوں کو بھی ملے گا اور آپ کو بھی ملے گا۔

(حوالہ الکافی کتاب الحج باب جو اپنے قریبی رشتہ داروں، بھائیوں کو حج میں شامل کرے)

مناسک حج و عمرہ کا فلسفہ

زیارتِ حرمین کا مقصد: توحید تکوینی یعنی رضا بر تقدیر اور توحید تشریعی یعنی تسلیم احکامِ شریعت، اتباع سنت، دین کی مدد، دین کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ، وحدتِ ملت یعنی سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

انسانی کمزوریاں اور ان کا علاج

غفلت اور نسیان: اللہ کو بھول جانا۔ ذکر الٰہی سے غفلت، اس کا علاج نماز ہے بشرطیکہ اقامتِ صلاۃ ہو۔ اقامت سے مراد صحیح طریقہ سے ادا کرنا یعنی تمام حقوق کے ساتھ۔

حب عاجلہ: اس سے مراد دنیا کی محبت، علاج اس کا زکوٰۃ ہے اور راہِ خدا میں خرچ کرنا۔

غلبۂ شہوات: شکم اور شرم گاہ ان کا منبع ہے۔ اس کا علاج روزہ ہے اور حج ان سب علاجوں کا مجموعہ ہے۔

احرام کی حکمت

پہلے کپڑے اتار کر احرام باندھنا ایک نیا جنم لینے کے برابر ہے جیسا کہ حضرت وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وارث شاہ میاں سنیار وانگوں
جٹ فیر مُڑ بھن کے گا لیا سو

جیسے سنیار پرانے زیور کو آگ پر ڈھال کر پھر سے نیا زیور بنا دیتا ہے ایسے ہی حج وعمرہ کا احرام ہے کہ پہلے آدمی جو کچھ بھی تھا اب اس کو بالکل بدل جانا چاہیے۔ اس کو احرام کی چادروں کی شکل میں نئے کپڑے پہنائے جارہے ہیں، اس کو خوشبو لگائی جارہی ہے۔ جیسے نئے پیدا ہونے والے بچے کو لگائی جاتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس کے لیے ہے جو خود کو بدلنا چاہے۔

لبیک کہنے کی حکمت

لبیک کے آٹھ معنی امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تہذیب السنن شرح ابو داؤد ج: 2، ص: 335، پر بیان کیے ہیں۔

(1) لبیک کا پہلا معنی یہ ہے کہ اے مالک میں بار بار تیرا حکم ماننے کے لیے تیار ہوں۔

(2) لبیک کا دوسرا معنی انقیاد ہے جیسے کوئی اونٹ کی نکیل پکڑ لے تو اونٹ مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے شریعت کا کوئی حکم اتارے تو اس پر لبیک کہے۔

(3) لبیک کا تیسرا معنی ہے کہ کسی جگہ جم کر بیٹھ جائے اور پھر نہ ہلے جیسے (لبّ بالمقام) کہ وہ اس جگہ پر مقیم ہو گیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اب میں تیری اطاعت پر ڈیرہ لگا کر بیٹھ جاؤں گا اب میں کبھی نافرمانی نہیں کروں گا میں اب تیری اطاعت اور فرماں برداری سے کبھی باہر نہیں نکلوں گا۔

(4) لبیک کا چوتھا معنی یہ ہے کہ میں نے اب تیری طرف رخ کر لیا ہے اب میں کبھی بھی تیرے احکام سے منہ نہیں موڑوں گا صرف تیری طرف متوجہ رہوں گا۔

(5) اس کا پانچواں معنی (امرأۃ لبۃ) یہ ایسی عورت کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنے بچے سے بہت محبت کرے۔ لہٰذا لبیک کا پانچواں معنی محبت کا ہے کہ یا اللہ! تیرے احکام اس طرح مانوں گا جیسے کوئی محبّ اپنے محبوب کی باتوں کو مانتا ہے یعنی تیرے احکام با دل نخواستہ نہیں انتہائی محبت کے ساتھ سرانجام دوں گا۔

(6) لبیک کا چھٹا معنی خالص ہے جیسے حکیم کسی چیز کا لب یعنی خلاصہ تیار کر لیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ یا اللہ! میں نے اپنے دل کو خالص تیرے لیے کر لیا ہے اب اس میں کسی دوسرے کی محبت داخل نہیں ہوگی، امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والقلب بیت اللہ جل جلالہ

حبا و اخلاصا مع الاحسان

کہ اللہ تعالیٰ کا اصل گھر تو بندے کا دل ہے۔ تو اس میں اس کی محبت اخلاص اور احسان ڈال دے اور دنیا کے کوڑا کرکٹ کو اس میں جگہ نہ دے اور انسان اپنے دل کو اللہ کی محبت کے لیے خالص کرلے۔

(7) لبیک کا ساتواں معنی انشراح صدر ہے کہ وہ جب نیکی کرتے ہیں تو مجبوری سے نہیں بلکہ انتہائی شوق کے ساتھ جیسے نماز کا وقت ہو تو ان کی حالت ماہی بے آب کی طرح ہو جاتی ہے انہیں اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک وہ نماز ادا نہ کرلیں ان کا دل نیکیوں کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔

(8) اس کا آٹھواں اور آخری معنی اقتراب ہے۔ یہ قرب سے نکلا ہے جس کا معنی قریب ہونا ہے، اس کا مفہوم رب سے قربت ہے کہ انسان تمام دوریاں ختم کر کے اپنے اللہ کے قریب ہو جائے۔

بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ
خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بہت قریب ہے مگر انسان نے نسیان اور غفلت سے اسے دور کر رکھا ہے۔

کعبہ

لفظ کعبہ کعب سے نکلا ہے یعنی بلندی، ارتفاع، مرتبہ میں بلند۔

بیت اللہ دونیکیوں کی علامت ہے۔

تسلیم: اطاعت خدااور شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔

رضا: مصیبت میں رضا یعنی تکوینی حکم کے سامنے جھکنا۔

حجراسود

سردار، عظمت والا، زمین پر خدا کا دایاں ہاتھ ہے۔اس کو ہاتھ لگانا وفاداری کا اظہار، بوسہ محبت کا اظہار اور سجدہ بندگی کا اظہار ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجراسود اور رکنِ یمانی کو یقین کے ساتھ چھونے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔یہ روایت صحیح ہے۔(حدیث:2194، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ، مشکوٰۃ، مسند احمد)

مقام ابراہیم علیہ السلام پر نماز پڑھنے کی حکمت

ان کو اپنا امام تسلیم کر کے ان جیسے کمالات وخصوصیات کے لیے خدا سے دعا کرنا اور ان کی طرح خدا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عزم کرنا۔

مُلتزم کی حکمت

ملتزم چمٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔یہ دروازہ کعبہ اور حجراسود کے درمیان والی جگہ ہے۔ وہاں چمٹنا اور دُعاء کرنا چاہیے۔یہاں چمٹنا گلے ملنے کا قائم مقام ہے۔

طواف کی حکمت

تحقیقِ صفاتِ خدا برائے فنا فی اللہ۔جب کوئی شخص کسی چیز کے گرد چکر لگاتا ہے تو اس کا ایک مقصد تو اس کی حقیقت کو معلوم کرنا ہوتا ہے، دوسرا محبت ہوتی ہے۔بلبل پھول کے گرد اور پروانہ شمع کے گرد گھومتا ہے۔طواف کرتے وقت یہ دونوں باتیں ہمارے ذہن میں ہونی چاہئیں۔

سعی کی حکمت

سعی: تحقّقِ صفاتِ رب برائے بقا باللہ یعنی اللہ کی صفات کا عکس اپنے وجود میں پیدا

کرنے کی کوشش کرنا۔

کوہِ صفا پر اساف کا مجسمہ تھا، اساف کا معنی غمگین، نادم پشیمان ہے اور کوہِ مروہ پر نائلہ کا مجسمہ تھا، یہ نَیل سے نکلا ہے یعنی مراد پالینا۔

صفا اور مروہ پہاڑیوں پر زمانہ جاہلیت میں دو بت نصب تھے۔صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ کا بت تھا۔ان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ مرد اور عورت یمن کے رہنے والے تھے۔وہاں ملنے کا موقعہ نہ ملا تو حج کا بہانہ کر کے مکہ آگئے۔موقعہ پا کر کعبہ شریف کے اندر داخل ہو گئے۔وہاں زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر دونوں کو پتھر بنا دیا اور مکہ کے لوگوں نے عبرت کے لیے دونوں کے بت کعبہ کے اندر سے اٹھا کر دونوں پہاڑیوں پر نصب کر دیئے۔پھر آہستہ آہستہ عبرت کا پہلو لوگوں کو بھول گیا اور ان دونوں کی عبادت شروع کر دی گئی۔چنانچہ جب اسلام آیا تو مسلمان پریشان ہوئے کہ اب کیوں ہم ان پہاڑیوں کے درمیان چکر لگائیں، یہاں تو بت ہیں، تو اللہ نے کہا کہ بتوں کو دفع کرو، یہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیاں ہیں۔یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار ہے۔

یہ ساری کہانی بے بنیاد ہے۔کلبی جیسے کذّاب لوگوں نے یہ کہانی گھڑی ہے ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔مکہ کے لوگ اتنے بے وقوف نہیں تھے کہ بدکاریاں کرنے والوں کو پوجیں۔ اساف، نائلہ، لات، منات، عُزّیٰ یہ سب فرشتوں کی مورتیاں تھیں۔یہ لوگوں نے اپنے ذہن سے مصنوعی ہیکل بنائے تھے اور خود ہی فرض کر لیا تھا کہ یہ عورت کی شکل کے فرشتے ہیں۔تو اساف اور نائلہ کو انہوں نے اسی لیے دیوتا مانا تھا۔ان دونوں ناموں میں ایک لطیف نکتہ ہے اگر وہ ذہن میں رہے تو صفا اور مروہ پر کھڑے ہونے کا مزہ آئے گا۔

اساف نکلا ہے اَسَف سے اور اَسَف غمگین اور افسوس ناک ہونے کو کہتے ہیں۔جب آدمی سعی شروع کرے تو اپنی سابقہ زندگی پر اور سابقہ گناہوں پر افسوس کا اظہار کرے اور غمگین ہو۔نائلہ نَیل سے نکلا ہے اور اس کا معنی ہے پالینا۔جب صفا پر غمگین ہوا، اپنے

گناہوں پر افسوس کا اظہار کیا اور اللہ سے رو رو کر معافی مانگی تو مروہ تک جا کر اپنی مراد پا گیا یعنی معافی اور بخشش۔ تو دونوں پہاڑیوں پر ان الفاظ کے معانی پر غور کرے۔

طواف اور سعی کے چکر اور تکبیریں سات کیوں ہیں؟

وہ اس لیے کہ خدا کی سات صفات ایسی ہیں جو انتہائی اہم اور ضروری ہیں۔

(1) حیات: خود زندہ اور صرف وہی زندہ ہے، باقی سب اس کی عطا سے زندہ ہیں۔

(2) علم: علم صرف اسی کو ہے باقی سب کو اس نے عطا کیا ہے۔

(3) قدرت: کرے یا نہ کرے۔

(4) ارادہ: خود اپنی مرضی سے جو چاہے کرتا ہے۔ وہ بے بس نہیں بلکہ فاعلِ مختار ہے۔

عقل سے معلوم ہونے والی یہ وہ چار صفات ہیں جو الوہیت کی بنیادی صفات ہیں جس میں نہ ہوں وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔

(5) سمع: وہ سنتا ہے، مگر ہماری طرح نہیں، جس کی کیفیت صرف اسی کو معلوم ہے۔

(6) بصر: وہ دیکھتا ہے، مگر ہماری طرح نہیں، بلکہ اس کی کیفیت صرف اسی کو معلوم ہے۔

(7) کلام: وہ کلام کرتا ہے، مگر ہماری طرح نہیں، اس کی کیفیت صرف اس کو معلوم ہے۔

یہ تین صفات دین نے بتائی ہیں۔

وقوفِ عرفات کی حکمت

عرفہ: پہچان، خدا کی صحیح معرفت، اعترافِ گناہ۔

وقوفِ عرفات حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ عرفات میں دن ڈھلے سے غروب تک قیام ہے۔ عرفات کے ایک معنیٰ معرفت کے ہیں کہ ہم وہاں اللہ پاک کی معرفت کے حصول کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ دوسرا معنی اعتراف ہے کہ ہم وہاں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو عرفات سے شام کو یہ خیال لے کر نکلے کہ ابھی میرے گناہ معاف نہیں ہوئے تو اس کی یہ بدظنی پہلے سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

مُزدلفہ میں قیام کی حکمت

مُزدلفہ: زُلفیٰ، قرب، قریب آجانا یعنی حرم (شاہی بارگاہ) کے قریب آجانا۔ عرفات کے بعد اگلا پڑاؤ مزدلفہ ہے۔ مزدلفہ کے معنی قرب کے ہیں۔ انسان یہاں یہ سوچے کہ میں عرفات میں اعترافِ گناہ اور اللہ کی معرفت کے بعد اللہ عزَّ وجلَّ کی رحمت کے قریب آگیا ہوں۔

مِنیٰ کے مناسک کی حکمت

مِنیٰ: گرانا، بہانا، قربانی کا خون بہانا، بہانے کی جگہ۔

جانور پر چھری چلاتے ہوئے آپ کے ذہن میں ہونا چاہئے کہ میں اپنے نفس پر چھری چلا رہا ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کسی عزیز ترین چیز دولت یا اولاد کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

سر منڈوانے کی حکمت

قربانی کرنے کے بعد سر منڈانا جہنم سے آزاد ہونے کی علامت ہے کیونکہ پرانے زمانے میں جس غلام کو آزاد کیا جاتا تھا اس کا سر مونڈ دیا جاتا تھا۔

پٹے ددھ ملایاں دے نال پالے
وقت آیا سُو رگڑ مناونے دا
لے کے استرا درد فراق والا
اک پل وچ روڑ کرا لیا سُو
وارث شاہ میاں سنیار وانگوں
جٹ فیر مڑ بھن کے گا لیا سُو

رمیِ جمرات کی حکمت

رمیِ جمرات: بڑا جمرہ، عقیدہ توحید۔ جمرہ وسطیٰ (درمیانہ) عقیدۂ رسالت۔ جمرہ صغریٰ

(چھوٹا) عقیدہ آخرت۔ قیامت۔

شیطان ان تینوں عقیدوں میں خلل ڈالنا چاہتا ہے لہٰذا اسے کنکریاں مارتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جمرات عقیدہ کی برائیوں (کبریٰ)، اخلاق کی برائیوں (وسطیٰ)، اعمال کی برائیوں (چھوٹا یا صغریٰ) کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جن سے لوگ اس میں داخل ہوں گے۔

اب ہم ذرا غور کریں کہ کون کون سے گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

عقیدہ کی برائیاں ان کا تعلق دِل سے ہے	اخلاق کی برائیاں (یعنی شرور انفسنا) ان کا تعلق دماغ سے ہے	اعمال کی برائیاں (یعنی سیئات اعمالنا) ان کا تعلق اعضاء سے ہے
غفلت یعنی دین کی طرف توجہ نہ کرنا	حرص یعنی لالچ	کان کے ذریعہ بری باتیں سننا
شک یعنی اللہ، فرشتوں، انبیاء، کتابوں اور قیامت کے بارے میں شک کرنا	بخل یعنی کنجوسی	آنکھ کے ذریعہ بری چیزیں دیکھنا
جحود یعنی انکار خدا	کینہ یعنی دوسروں سے دشمنی رکھنا	زبان کے ذریعہ بری باتیں کہنا
شرک یعنی اللہ کی ذات، صفات، افعال، حقوق میں دوسروں کو شریک کرنا	غضب یعنی انتقام کی آگ میں اندھا ہو جانا	پاؤں کے ذریعہ بری جگہوں پر جانا۔

تجسیم یعنی اللہ کو مخلوق کی طرح سمجھنا	شہوت یعنی ناجائز چیزوں کے حصول کے لیے اللہ کی حدود کو پامال کرنا	ہاتھ کے ذریعہ برے کام کرنا
انکار نبوت یعنی اللہ تعالیٰ کو تو مانے مگر انبیاء کا انکار کردے	حسد یعنی دوسروں کو جو نعمتیں حاصل ہیں ان سے جلنا	شرم گاہ کے ذریعہ بدکاری کرنا
انکار آخرت یا آخرت میں عدل کا انکار	کبر یعنی تکبر کرنا	شکم کے ذریعہ یعنی حرام کھانا

ہر جمرہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں یعنی ہر برائی کو ایک کنکری ماری جاتی ہے۔ کنکریاں مارتے وقت اپنے اعمال، اخلاق اور عقیدہ کا محاسبہ کریں کہ ان برائیوں میں سے کوئی چیز مجھ میں تو نہیں؟ اگر ہے تو میں اسے چھوڑنے کا عہد کرتا ہوں۔ اس طرح حج کرے تو ضرور قبول ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کے بعد بندہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو۔

طوافِ وداع کی حکمت

جس طرح کسی سے رخصت ہوتے ہیں اور اس کو الوداعی سلام کرتے ہیں اسی طرح خانہ کعبہ سے رخصت ہوتے وقت الوداعی طواف کرتے ہیں۔

اقسامِ حج

حجِ تمتع: مکہ سے باہر رہنے والا صرف حج تمتع کرے۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حجِ قران: جو اپنے وطن سے قربانی (ھدی) اپنے ساتھ لائے وہ قران کرے یعنی عمرہ کر کے احرام نہ کھولے بلکہ حج مکمل کرنے کے بعد دس ذوالحجہ کو احرام کھولے۔

حجِ اِفراد: مکہ کے رہنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جو دو دفعہ آسانی سے جا سکیں حجِ

افراد ہے یعنی صرف حج کرنا اور عمرہ نہ کرنا۔ لیکن باہر والے (آفاقی) کے لیے حج صرف حجِ تمتع ہے۔ میقات کے اندر رہنے والے حج تمتع نہیں کرسکتے۔

رمضان کا عمرہ

رمضان میں عمرہ کا ثواب حضور ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(بخاری، کتاب المناسک ابواب عمرہ باب عورتوں کا حج کرنا، مسلم کتاب الحج، باب رمضان میں عمرہ کی فضیلت)

رمضان میں عمرہ کرنے کا بہت ثواب ہے کسی روایت میں آیا کہ اس کا ثواب حج کے برابر ہے اور کسی روایت میں آیا کہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ لیکن ثواب نیت پر موقوف ہے۔ جو شہرت اور دکھاوے کے لیے جاتے ہیں ان کو کوئی اجر نہیں ملے گا اور جو نیک نیت سے جاتے ہیں ان کو بہت اجر ملے گا۔

تنعیم سے عمرہ کرنا

مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا یعنی تنعیم سے عمرہ کے لیے بار بار آنا بدعت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو حیض کی مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا تھا اور یہ سوائے حائضہ کے کسی مرد و عورت کے لیے جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ تنعیم سے عمرہ کرنے والوں کو ثواب ہوگا یا گناہ ہوگا۔

(سلسلہ الاحادیث الصحیحہ از البانی ج: 6، جزاول حدیث: 2626، ص: 257 تا 261)

جب حج مکمل ہوگیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا عمرہ رہ گیا ہے جب کہ دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے عمرہ اور حج دونوں اکٹھے کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ضرورت تو نہیں لیکن اگر تم چاہتی ہو تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر تنعیم کے مقام سے احرام باندھ کر عمرہ کرلو لہٰذا انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اب لوگ عام طور پر تنعیم کے مقام سے عمرہ کرنے آتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ تو رہ گیا تھا۔ ان کے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عمرہ نہیں کیا حالانکہ وہ ہی ان کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ مکہ میں اس طرح عمرہ کرنا خالص بدعت ہے۔ جس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں

ہے۔ عمرہ صرف اس آدمی کا ہے جو مکہ کے باہر سے مکہ جائے چاہے وہ کتنی دفعہ آئے۔ مگر مکہ سے باہر نکل کر عمرہ قطعاً بدعت ہے۔ ایسا عمرہ کرنا تحیۃ المسجد کی طرح ہے کہ جو آدمی باہر سے مسجد میں آئے وہ پڑھے، جو مسجد کے اندر بیٹھا ہے وہ بار بار باہر جائے اور اندر آ کر تحیۃ المسجد پڑھے تو یہ مذاق کے مترادف ہوگا۔

حج وعمرہ کے ثواب کا انحصار

حج وعمرہ میں ثواب اتنا ہی ملے گا جتنی تکلیف اٹھائے یا جتنا خرچ کرے

(بخاری کتاب المناسک باب عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے)

حدودِ حرم

جن میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

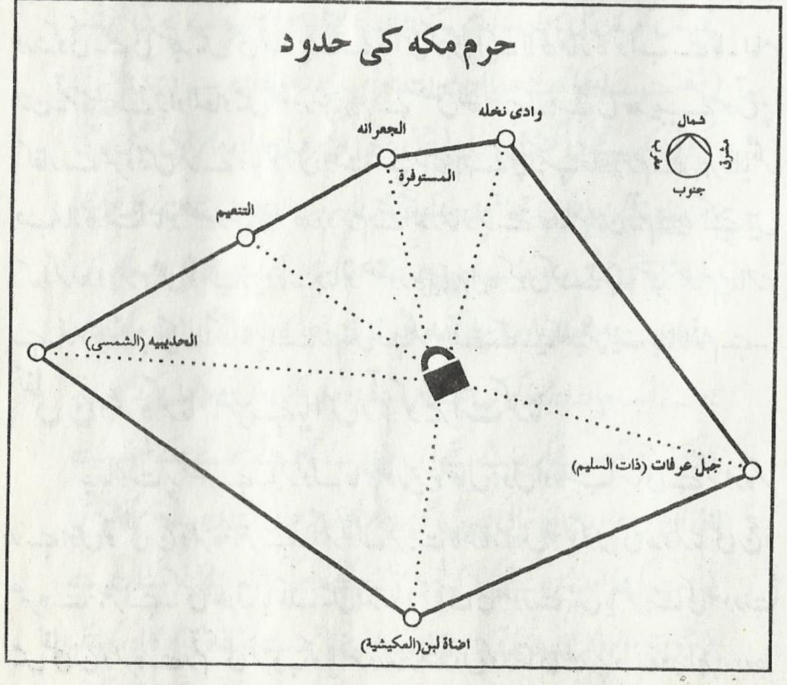

تنعیم (مسجد عائشہؓ)	نخلہ	اَضاۃ لبن	جعرانہ	حدیبیہ	عرفات
7.5 کلومیٹر	13 کلومیٹر	16 کلومیٹر	22 کلومیٹر	22 کلومیٹر	22 کلومیٹر

(تاریخ مکۃ المکرمہ ص:14، ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی)

مسجد حرام سے مراد صرف وہ مسجد نہیں جو خانہ کعبہ کے چاروں طرف بنی ہوئی ہے کیونکہ وہ تو حضور ﷺ کے دور میں چھوٹی تھی پھر وسیع ہوتی گئی اور آئندہ بھی وسیع ہوتی رہے گی۔ وہ مسجد ایک عمارت ہے۔ مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے۔ جس کی حدود ظاہر کرنے کے لیے بُرجیاں لگی ہوئی ہیں اور جن کے باہر لکھا ہوا ہے کہ کافر یہاں سے اندر نہ آئیں۔ وہ رقبہ میلوں میں پھیلا ہوا ہے اور وہ سارا مسجدِ حرام ہے اس لیے اس پوری حدود کے اندر کوئی جہاں بھی نماز پڑھ لے ایک لاکھ نماز کا ثواب ہے۔ طواف کے لیے خانہ کعبہ جانا لازم ہے ورنہ کوئی محلے کی مسجد میں بھی نماز پڑھ لے تو اس کو بھی ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں حضور ﷺ کے متعلق لکھا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے عمرہ نہیں کرنے دیا تو اس وقت آپ ﷺ نے اپنا کیمپ حدودِ حرم سے باہر لگایا مگر جب نماز کا وقت آتا تو حضور ﷺ حدودِ حرم کے اندر نماز پڑھتے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر حدودِ حرم میں ثواب زیادہ نہ ہوتا تو حضور ﷺ ایسا کیوں کرتے لہٰذا مسجدِ حرام پورا حرم ہے۔ نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا پورے حرم میں ہے مگر طواف کے لیے کعبہ شریف جانا لازم ہے۔

نفلی حج وعمرہ کرنا بہتر ہے یا اس رقم کو خیرات کرنا

یہ حالات پر منحصر ہے۔ اگر لوگ عام طور پر خوشحال ہوں اور سب آسانی سے گزارہ کر رہے ہوں تو نفلی حج وعمرہ بہتر ہے۔ اگر لوگ غربت کا شکار ہوں تو لوگوں کی مدد کرنا نفلی حج و عمرہ سے بہتر ہے۔ کسی علاقہ یا ملک میں قدرتی آفت کی صورت میں یا غربت کی صورت میں نفلی حج وعمرہ سے رقم کسی غریب کو یا ضرورت مندوں کو اجتماعی طور پر دے دینا ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے۔ یہ ایسے ہی کہ نفل پڑھنا اپنی جگہ بڑی نیکی ہے مگر پاس ہی کوئی آدمی ڈوب رہا

ہو تو اس کی جان بچانے کی بجائے کوئی آدمی نفل شروع کر دے تو تب نفل پڑھنا حرام ہوگا اور اس آدمی کی جان بچانا فرض ہوگا۔ فخر ومباہات کے لیے نفلی حج اور عمرے کرنے کی بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ شریعت کی رو سے اس وقت کس نیکی کو ترجیح حاصل ہے اس بارے میں تفصیلی بحث کے لیے دیکھو رد المحتار از علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ نفلی حج وعمرہ سے صدقہ افضل ہے، مگر جس پر حج فرض ہے وہ حج چھوڑ کر صدقہ نہیں کر سکتا۔

مکمل طریقۂ عمرہ وحجِ نبوی ﷺ

"جعفر بن محمد (امام جعفر الصادق علیہ السلام) اپنے باپ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے گھر گئے اور انہوں نے سب لوگوں کو پوچھا یہاں تک کہ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی ہوں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا پوتا۔ سو انہوں نے میری طرف (شفقت سے) ہاتھ بڑھایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے اوپر کی گھنڈی کھولی پھر نیچے کی گھنڈی کھولی (یعنی قمیض وغیرہ کی) اور پھر اپنی ہتھیلی رکھی میرے سینے پر دونوں چھاتیوں کے بیچ میں اور میں ان دنوں جوان لڑکا تھا پھر کہا شاباش خوش رہو۔ اے میرے بھتیجے اور پوچھو مجھ سے جو چاہو۔ پھر میں نے ان سے پوچھا اور وہ نابینا تھے اور اتنے میں نماز کا وقت آگیا اور وہ کھڑے ہوئے ایک چادر اوڑھ کر کہ جب اس کے دونوں کناروں کو دونوں کندھوں پر رکھتے تھے تو وہ نیچے گر جاتے تھے اس چادر کے چھوٹے ہونے کے سبب سے اور ان کی چادر بڑی تپائی پر رکھی تھی۔ پھر نماز پڑھائی انہوں نے ہم کو (یعنی امامت کی) اور میں نے کہا کہ خبر دیجئے مجھے رسول اللہ ﷺ کے حج سے (یعنی حجۃ الوداع سے) تو جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا نو کا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نو برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور حج نہیں کیا، پھر لوگوں

میں پکارا گیا دسویں سال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کو جانے والے ہیں، پھر جمع ہو گئے مدینہ میں بہت سے لوگ اور سب چاہتے تھے کہ پیروی کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ویسا ہی کام کریں (حج کرنے میں) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں غرض ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ ذوالحلیفہ پہنچے اور وہاں اسماء بنت عمیس جنیں اور محمد، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے پیدا ہوئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”غسل کر لو اور لنگوٹ باندھ لو ایک کپڑے کا اور احرام باندھ لو۔“ پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت پڑھیں مسجد میں اور سوار ہوئے قصواء اونٹنی پر یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر وہ سیدھی ہوئی بیداء پر (وہ ایک مقام ہے مثل ٹیلہ کے) تو میں نے دیکھا آگے کی طرف جہاں تک کہ میری نظر گئی کہ سوار اور پیادے ہی نظر آتے تھے اور اپنے داہنی طرف بھی ایسی ہی بھیڑ تھی اور بائیں طرف بھی ایسی ہی بھیڑ تھی اور پیچھے بھی ایسی ہی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن شریف اترتا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت کو خوب جانتے تھے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا وہی ہم نے بھی کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کے ساتھ لبیک پکاری اور کہا لبیک سے لاشریک لک تک اور معنی اس کے اوپر ہو چکے ہیں اور لوگوں نے بھی یہی لبیک پکاری جواب لوگ پکارتے ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لبیک میں کچھ لفظ بڑھا کر پکارے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو روکا نہیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبیک ہی پکارتے رہے اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حج کے سوا اور کچھ ارادہ نہیں رکھتے تھے اور عمرہ کو پہچانتے ہی نہ تھے (بلکہ ایام حج میں عمرہ بجالانا ایام جاہلیت سے برا جانتے تھے) یہاں تک کہ جب ہم بیت اللہ میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوا رکن کو (یعنی حجر اسود

کو) اور طواف میں تین بار اچھل اچھل کر چھوٹے چھوٹے ڈگ رکھ کے شانے اچھال اچھال کر چلے اور چار بار عادت کے موافق چلے پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت پڑھی (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى) یعنی مقرر کرو مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ اور مقام کو اپنے اور بیت اللہ کے بیچ میں کیا پھر میرے باپ کہتے تھے اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے ذکر کیا ہو مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ذکر کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھیں دو رکعتیں اور ان میں (قل هو الله احد) اور (قل یا ایها الکفرون) پڑھا۔ پھر لوٹ کر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود کے پاس اور اس کو بوسہ دیا اور نکلے اس دروازہ سے جو صفا کی طرف ہے پھر جب صفا کے قریب پہنچے (وہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو کعبہ کے دروازے سے بیس پچیس قدم پر ہے) تو یہ آیت پڑھی (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) (یعنی صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم شروع کرتے ہیں جس سے شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھا اور قبلہ کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور اس کی بڑائی کی (لا اِلٰه الا الله وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ) یعنی کوئی معبود لائق عبادت کے نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے اکیلا ہے وہ پورا کیا اس نے اپنا وعدہ (یعنی دین کے پھیلانے کا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کا) اور مدد کی اس نے اپنے غلام کی (یعنی محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور شکست دی اس نے اکیلے سب لشکروں کو پھر اس کے بعد دعا کی، پھر ایسا ہی کہا پھر دعا کی غرض تین بار ایسا ہی کیا پھر اترے اور مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم میدان کے بیچ میں اترے تو دوڑے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے پھر مروہ

پر بھی ویسا ہی کیا جیسے کہ صفا پر کیا تھا یعنی وہ کلمات کہے اور دعا کی قبلہ رخ کھڑے ہو کر یہاں تک کہ جب طواف تمام ہوا مروہ پر (یعنی سات شوط ہو چکے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اگر پہلے سے معلوم ہوتا اپنا کام جو بعد معلوم ہوا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا (اور مکہ ہی میں خرید لیتا) اور اپنے اس احرام حج کو عمرہ کر ڈالتا تو اب تم میں سے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول ڈالے۔'' (یعنی طواف و سعی تو ہو چکی اور عمرہ کے افعال پورے ہو گئے) اور اس کو عمرہ کر لے پھر سراقہ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ حج کو عمرہ کر ڈالنا ہمارے اسی سال کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کی اجازت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ کے لیے اجازت ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے۔'' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی ﷺ کے اونٹ لے کر آئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ان میں ہیں جنہوں نے احرام کھول ڈالا اور رنگین کپڑے پہنے ہوئی ہیں اور سرمہ لگائے ہوئی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برا مانا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ نے حکم فرمایا اس کا۔ پھر راوی نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ عراق میں فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا غصہ کرتا ہوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اس کے احرام کے کھولنے کے سبب سے جو انہوں نے کیا تھا پوچھنے کو رسول اللہ ﷺ سے اسی بات کو جو اس نے ذکر کی اور آپ ﷺ کو خبر دی میں نے کہ میں نے برا جانا اس کو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سچ کہا سچ کہا۔'' (یعنی میں نے ہی ان کو احرام کھولنے کا حکم دیا ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کیا کہا جب حج کا قصد کیا؟'' تو میں نے عرض کی کہ میں نے کہا یا اللہ میں اہلال کرتا ہوں اس کا جس کا اہلال کیا ہے تیرے رسول ﷺ نے۔ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھ ہدی ہے (اس لیے میں نے احرام نہیں کھولا) اب تم بھی احرام نہ کھولو۔'' کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ پھر وہ اونٹ جو حضرت علی یمن سے لائے تھے اور جو نبی ﷺ اپنے ساتھ لائے سب مل کر (100) اونٹ ہو گئے کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ پھر سب لوگوں نے احرام کھول ڈالا اور بال کترائے مگر نبی ﷺ نے اور جن کے ساتھ قربانی تھی (کہ وہ محرم ہی رہے) پھر جب ترویہ کا دن ہوا (یعنی آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کی) تو سب لوگ منی کو چلے اور حج کی لبیک پکاری اور رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے اور منی میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور فجر (پانچ نمازیں) پڑھیں پھر تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا اور حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس خیمہ کا جو بالوں کا بنا ہوا تھا کہ لگایا جاوے نمرہ میں (کہ نام ہے ایک مقام کا) اور رسول اللہ ﷺ چلے اور قریش یقین کرتے تھے کہ آپ ﷺ المشعر الحرام میں وقوف کریں گے جیسے سب قریش کے لوگوں کی عادت تھی ایام جاہلیت میں اور آپ وہاں سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے اور آپ ﷺ نے خیمہ اپنا نمرہ میں لگایا اور اس میں اترے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا قصواء اونٹنی کسی گئی اور آپ ﷺ وادی کے بیچ میں پہنچے اور آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا لوگوں پر اور فرمایا: ''تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت ہے، اس مہینے کے اندر اس شہر کے اندر اور ہر چیز زمانہ جاہلیت کی میرے دونوں پیروں کے نیچے رکھ دی گئی (یعنی ان چیزوں کا اعتبار نہ رہا) اور جاہلیت کے خون بے اعتبار ہو گئے اور پہلا وہ خون جو میں اپنے خونوں میں سے معاف کیے دیتا ہوں۔ ابن ربیعہ کا خون ہے کہ وہ دودھ پیتا تھا بنی سعد

میں اور اس کو ہذیل نے قتل کر ڈالا (غرض میں اس کا بدلہ نہیں لیتا) اور اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود سب چھوڑ دیا گیا۔ (یعنی کوئی اس وقت کا چڑھا سود نہ لیوے) اور پہلے جو سود کہ ہم اپنے یہاں کے سود میں سے چھوڑ دیتے (اور طلب نہیں کرتے) عباس بن عبد المطلب کا سود ہے اس لیے کہ وہ سب معاف کر دیا گیا اور تم لوگ اب ڈرو اللہ سے کہ عورتوں پر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ ان کو تم نے اللہ پاک کی امان سے لیا ہے اور حلال کیا ہے تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں (یعنی تمہارے گھر میں) جس کا آنا تم کو ناگوار ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسا مارو کہ ان کو سخت چوٹ نہ لگے (یعنی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے کوئی عضو ضائع نہ ہو۔ حسن صورت میں فرق نہ آوے کہ تمہاری کھیتی اجڑ جائے) اور ان کا حق تمہارے اوپر اتنا ہے کہ روٹی ان کی اور کپڑا ان کا دستور کے موافق تمہارے ذمہ ہے اور تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں میں ایسی چیز کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو اللہ کی کتاب اور تم سے سوال ہوگا (قیامت میں) اور میرا حال پوچھا جاوے گا پھر تم کیا کہو گے؟" تو ان سب نے عرض کی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا اپنی انگشت شہادت (کلمہ کی انگلی) سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے: "یا اللہ گواہ رہو۔ یا اللہ گواہ رہو۔ یا اللہ گواہ رہو۔" تین بار یہی فرمایا اور یونہی اشارہ کیا پھر اذان اور تکبیر ہوئی اور ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اقامت کہی اور عصر پڑھی اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ نہیں پڑھا۔ (یعنی سنت

وغیرہ) پھر سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک کہ آئے کھڑے ہونے کی جگہ میں۔ پھر اونٹنی کا پیٹ کر دیا پتھروں کی طرف اور پگڈنڈی کو اپنے آگے کر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اور زردی تھوڑی تھوڑی جاتی رہی اور سورج کی ٹکیا ڈوب گئی اور اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور لوٹے اور مہار قصواء کی اس قدر کھینچی ہوئی تھی کہ سر اس کا کجاوہ کے آگے مورک میں لگ گیا تھا (مورک وہ جگہ ہے جہاں سوار بعض وقت تھک کر اپنا پیر جو لٹکا ہوا رہتا ہے اس جگہ رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے کہ "اے لوگو! رساں رساں چلو آرام سے۔" اور جب کسی ریت کی ڈھیری پر آ جاتے (جہاں بھیڑ کم پاتے) تو ذرا مہار ڈھیلی کر دیتے یہاں تک کہ اونٹنی چڑھ جاتی آخر مزدلفہ پہنچ گئے اور وہاں مغرب اور عشاء پڑھی ایک اذان سے (جو مغرب سے پہلے کہی) اور دو تکبیروں سے اور ان دونوں فرضوں کے بیچ میں نفل کچھ نہیں پڑھے (یعنی سنت وغیرہ نہیں پڑھی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ رہے یہاں تک کہ صبح برآمد ہوئی پھر فجر کی نماز ادا کی (سبحان اللہ کیسے کیسے خادم ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ رات دن، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سونے بیٹھنے، اٹھنے جاگنے کھانے پینے پر نظر ہے اور ہر فعل مبارک کی یادداشت وحفاظت ہے اللہ تعالیٰ رحمت کرے ان پر) جب فجر خوب ظاہر ہو گئی اذان اور تکبیر کے ساتھ نماز پڑھی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ المشعر الحرام میں آئے اور وہاں قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ اکبر کہا اور لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی توحید پکاری اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ روشنی ہو گئی بخوبی اور لوٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے قبل طلوع آفتاب کے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور فضل ایک

نوجوان اچھے بالوں والا گورا چٹا خوبصورت جوان تھا پھر جب آپ ﷺ چلے تو ایک گروہ عورتوں کا ایسا چلا جاتا تھا کہ ایک ایک اونٹ پر ایک عورت سوار تھی اور سب چلی جاتی تھیں اور فضل ان کی طرف دیکھنے لگے سو رسول اللہ ﷺ نے فضل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا (اور زبان سے کچھ نہ فرمایا سبحان اللہ یہ اخلاق کی بات تھی اور نہی عن المنکر کس خوبی سے ادا کیا) اور فضل نے منہ اپنا دوسری طرف پھیر لیا اور دیکھنے لگے (یہ ان کے کمال اطمینان کی وجہ تھی رسول ﷺ کے اخلاق پر) تو رسول ﷺ نے پھر اپنا ہاتھ ادھر پھیر کر ان کے منہ پر رکھ دیا تو فضل پھر دوسری طرف منہ پھیر کر پھر دیکھنے لگے یہاں تک کہ بطن محسر میں پہنچے تب اونٹنی کو ذرا چلایا اور بیچ کی راہ لی جو جمرہ کبریٰ پر جا نکلی ہے یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے (اور اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اور سات کنکریاں اس کو ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے ایسی کنکریاں جو چٹکی سے ماری جاتی ہیں (اور دانہ باقلا کے برابر ہوں) اور وادی کے بیچ میں کھڑے ہو کر ماریں (کہ منی اور عرفات اور مزدلفہ داہنی طرف اور مکہ بائیں طرف رہا) پھر نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ انہوں نے نحر کیے اور شریک کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی ہدی میں پھر حکم فرمایا کہ ہر اونٹ میں سے ایک ٹکڑا لیویں اور ایک ہانڈی میں ڈالا اور پکایا گیا پھر آپ ﷺ نے اور علی رضی اللہ عنہ نے دونوں نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف آئے اور طواف افاضہ کیا اور ظہر مکہ میں پڑھی اور بنی عبد المطلب کے پاس آئے کہ وہ لوگ زمزم پر پانی پلا رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: "پانی بھرواے اولاد عبد المطلب کی اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ بھیڑ کر کے تمہیں پانی نہ بھرنے دیں

گے تو میں بھی تمہارا شریک ہو کر پانی بھرتا۔" (یعنی جب آپ ﷺ بھرتے سنت ہو جاتا تو پھر ساری امت بھرنے لگتی اور ان کی سقایت جاتی رہتی، پھر ان لوگوں نے ایک ڈول آپ ﷺ کو دیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے پیا۔" (مسلم شریف کتاب الحج باب حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ)

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بہ امید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

"صحرا کے تمام ہرن اس امید پر اپنے سر اپنی ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں کہ آپ ایک دن شکار کھیلنے کے لیے تشریف لائیں گے۔"

مسائلِ عمرہ وحج

حج وعمرہ کے مسائل پر امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے، جن کا خاندان سو سال تک خانہ کعبہ کا امام رہا، ایک کتاب بنام القریٰ لقاصد امّ القریٰ لکھی ہے جو مسائل حج وعمرہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس میں انہوں نے تمام اماموں کے دلائل بھی نقل کر دیئے ہیں۔

میقات کا مسئلہ

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور مشکوٰۃ: 2531,2530,2517,2516 کے مطابق میقات کل پانچ ہیں جن کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے۔

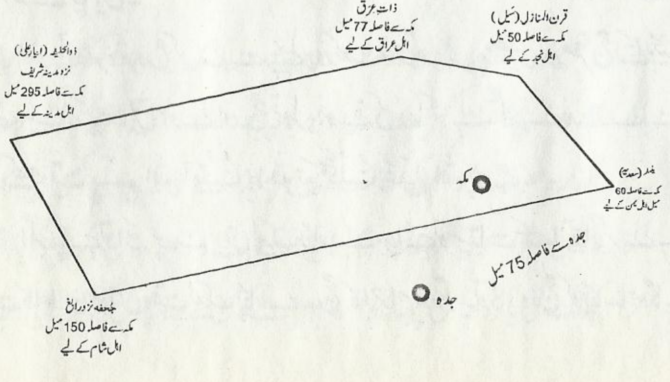

احرام ائیر پورٹ پر باندھ لے تو بھی ٹھیک ہے ورنہ پاکستان سے جانے والے جدہ جا کر بھی احرام باندھ سکتے ہیں۔ کیونکہ بذریعہ ہوائی جہاز جانے والوں کی میقات یلملم نہیں ہے۔ ہم یلملم کی ایک سائڈ سے گزر جاتے ہیں۔ جو شخص مکہ کی طرف رخ کر کے میقات پار کرے وہ احرام کے بغیر نہیں گزر سکتا۔ ہمارا جہاز یلملم کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے جدہ کی طرف رخ کیے جارہا ہوتا ہے۔ جدہ سے ہم مکہ کی طرف جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص جدہ جا کر احرام باندھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس پر ایک پورا رسالہ بنام الیواقیت فی احکام المواقیت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جو ان کی کتاب "جواھر الفقه" (ج: 1، ص: 459 تا 493) میں لگا ہوا ہے۔ مولانا نے یہ بات مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا شیر محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھی ہے۔

احرام باندھنا

احرام باندھنے سے پہلے نہانا چاہیے۔ اگر ائیر پورٹ پر کوئی انتظام نہ ہو تو گھر سے بھی نہا کر جا سکتا ہے۔ حج پر جانے سے پہلے حجامت نہیں کرانی چاہیے۔ یکم ذی القعدہ سے 10 ذوالحجہ تک نہ سر کے بال کاٹیں نہ داڑھی کے، عمرہ کرنے کے بعد بھی صرف کتروانے چاہئیں تا کہ 10 ذوالحجہ کو سر کے بال منڈوا سکیں۔ کیونکہ حدیث کے مطابق حاجی کے بکھرے ہوئے بال اللہ کو زیادہ پسند ہیں۔ بغلیں اور موئے زیر ناف احرام باندھنے سے پہلے مونڈنے چاہیں۔

سفر حج وعمرہ شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز گھر میں پڑھیں اور سفر حج کے بخیر طے ہونے، سنت کے مطابق ہونے اور حج قبول ہونے کی دعا کرے۔ گھر کے دروازے سے باہر قدم رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ آمَنْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ پڑھے۔

اگر چاہے تو ائیر پورٹ پر ہی لبیک پکار دے، چاہے تو میقات تک انتظار کرے۔ جب میقات کا اعلان ہو اس وقت لبیک پکارے۔ حج کا احرام اور تلبیہ تو 8 ذوالحج کو پکارنا ہوگا۔

احرام باندھ کر لبیک پکارنے سے پہلے شرط کر لیں کہ اے اللہ اگر میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے عمرہ یا حج نہ کر سکا تو مجھ پر کوئی کفارہ نہ ہوگا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ: 2711، نسائی کتاب الحج باب حج میں شرط کرلینا)

عمرہ کرنے والا جب مکہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو لازم نہیں کہ جاتے ہی عمرہ کرے۔ کیونکہ کوئی بوڑھا ہوتا ہے، کوئی بیمار اور کوئی تھکا ماندہ ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ مسجد حرام میں جا کر نمازیں وغیرہ پڑھیں، جب بالکل تندرست ہو جائیں یا تھکاوٹ وغیرہ اتر جائے تو پھر مسنون ہے کہ نہائے اور آرام سے جا کر عمرہ کرے۔ احرام کی حالت میں بغیر صابن لگائے نہا سکتے ہیں۔

مرد کا احرام دو چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان کے لیے صرف اتنی شرط ہے کہ جیسے کپڑا بدن کے مطابق فٹ کر کے سیا جاتا ہے ویسا کپڑا بطور احرام نہیں پہن سکتے، ان سلی چادریں ضروری نہیں۔ اگر چادر کا عرض چھوٹا ہو تو دو چادریں سی کر ایک بنا کر بطور احرام استعمال کر سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلی ہوئی چیز سے بچنا چاہیے اور حالتِ ضرورت مستثنیٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: 10، ص: 715)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگائیں، سنت ہے۔ سر میں بھی خوشبو لگائیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ: 2651,2540) (انوار البشارہ فتاوی رضویہ ج 10 ص 731)

مسائل احرام

(1) انتہائی ضعیف یا لاچار آدمی جو احرام کی چادروں میں بیمار ہو سکتا ہو وہ احرام نہ باندھے وہ اپنے تمام کپڑے جرسی وغیرہ پہنے رکھے۔ اس کا حج بالکل درست ہے۔ کفارہ صرف احرام کی حالت میں سر منڈانے کا ہے باقی کسی چیز کا کوئی کفارہ نہیں مثلاً بھول کر خوشبو لگا لینا یا خوشبو کے ذریعہ علاج کرنا پڑا یا خوشبو احرام کو لگ گئی یا وہ لباس پہنا جو احرام والے کو منع ہے، بھول کر پہنا یا لاچاری

کی وجہ سے پہنا ان سب کا کوئی کفارہ نہیں۔

(حوالہ، المحلّی امام ابن حزم مسئلہ نمبر 895، ج: 7، ص: 255)

(2) عورت منہ پر نقاب نہیں ڈال سکتی۔ چادر سے منہ چھپا سکتی ہے۔ جیسے مرد دستانے نہیں پہن سکتا مگر چادر میں ہاتھ چھپا سکتا ہے۔ عورت حالت احرام میں موزے اور جرابیں پہن سکتی ہے۔ اُس کے لیے پابندی صرف نقاب اور دستانے کی ہے۔ ٹخنوں سے نیچے جوتے کا حکم صرف مرد کے لیے ہے۔

(3) جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں، وہ حج و عمرہ کا احرام اپنے گھر سے ہی باندھ لیں گے۔ ان کے لیے ان کا گھر ہی میقات ہے۔ مکہ کا رہنے والا عمرہ کا احرام مکہ شہر سے باندھے جیسے کہ بخاری شریف میں ہے۔ جو دوسرے شہر سے گیا ہو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح حدّ حرم سے باہر جا کر احرام باندھے اور عمرہ کرے۔ یہ رائے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھی ہے۔

(4) احرام کے نیچے انڈرویئر پہننے والی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر کے امام محبّ الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی امام کا اختلاف ذکر تک نہیں کیا۔

(القریٰ لقاصد ام القریٰ ص: 163، باب ما جاء فی اباحۃ التبان، کتاب الحج فتاوی رضویہ ج 10 ص 664)

(5) بخاری شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ ہے کہ احرام باندھنے والا نیچے انڈرویئر اور چادر کے اوپر بیلٹ باندھ سکتا ہے۔ احرام کی حالت میں گھڑی باندھنا، عینک لگانا منع نہیں ہے۔

(فتح الباری ج: 3، ص: 397، بخاری کتاب المناسک ترجمۃ الباب الطیب عند الاحرام)

کمر میں باندھی ہوئی چادر کو آپ کمر کے پیچھے گانٹھ دے سکتے ہیں تا کہ کھل کر گر نہ جائے۔ کمر میں بیلٹ یا کپڑا بطور بیلٹ باندھ سکتے ہیں چاہے رقم کی حفاظت کے لیے یا اپنی چادر کو سنبھالنے کے لیے ہو۔ اوپر والی چادر کو گردن کے پیچھے گانٹھ دے کر باندھ سکتے ہیں۔

(6) احرام کی حالت میں جہاز میں سفر کے دوران یا ایرپورٹ وغیرہ پر خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ خوشبو لگانے میں نہیں آتا۔ جیسے حجر اسود کو بوسہ یا ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کو بھی خوشبو لگی ہوئی ہے۔ بھول کر یا ضرورت کے تحت خوشبو استعمال کر سکتے ہیں۔ (المحلّی ج: 7، ص: 255)

(7) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو نیچے باندھنے کے لیے چادر نہ ملے وہ احرام میں شلوار وغیرہ پہن سکتا ہے اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزوں کو اوپر سے کاٹ کر جوتا بنا لے۔

(المحلّی، ج: 7، ص: 80-81، القِریٰ لقاصد اُمّ القُریٰ امام محبّ الدین طبری ص: 162-163، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) فتح الباری شرح بخاری شریف ج: 4، ص: 58، بخاری شریف کتاب جزاءِ الصید، باب اذا لم یجد الا زار فلیلبس السراویل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) طبرانی ج: 12، ص: 177، معانی الآثار ج: 2، ص: 133، مجمع الزوائد ج: 3، ص: 219، نسائی ج: 5، کتاب الحج، باب جن کے پاس چادر نہ ہو پاجامہ پہن لے، مسند احمد ج: 1، ص: 337، تاریخ جُرجان از سہمی ص: 376، مسلم شریف کتاب الحج باب حالت احرام میں کیا پہنے حدیث: 4، السنن کبری بیہقی ج: 5، ص: 50، یہ تمام حوالے موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف ابوھاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول ج: 8، ص: 542-543) سے نقل کیے گئے ہیں)

حالت احرام میں ایسا جوتا پہننا جس سے پاؤں کی چھت ننگی رہے ضروری نہیں یعنی چپل وغیرہ۔ اس بارہ میں مشہور بریلوی عالم مولانا غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ احرام کی حالت میں آدمی کون سا لباس پہن سکتا ہے تو فرمایا کہ میں وہ بتاتا ہوں جو نہیں پہن سکتا اور اس کے علاوہ باقی سب پہن سکتا ہے، وہ قمیض نہیں پہن سکتا نہ پگڑی سر پر رکھے، نہ شلوار نہ پائجامہ، نہ کوٹ جس کی ٹوپی ہوتی ہے، نہ ایسا کپڑا جو زعفران یا ورس سے رنگا ہو۔ جسے جوتا نہ ملے وہ موزے پہن لے مگر دونوں ٹخنوں سے اوپر والا حصہ کاٹ لے۔

(بخاری کی شرح نعمت الباری ج: 1، ص: 501 تا 507 حدیث نمبر 134 کتاب العلم)

اس حدیث پر مولانا سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ص:501 تا 507 بحث کی اور یہ نتیجہ نکالا کہ ہمارے زمانہ میں ناواقف عوام میں یہ مسئلہ مشہور ہو چکا ہے کہ پاؤں کی چھت ننگی رکھنا ضروری ہے جبکہ ایسی جوتی یا چپل پہننا بالکل جائز ہے جس سے پاؤں کی پشت ڈھکی ہوئی ہو مگر ٹخنے ننگے ہوں۔

مولانا لکھتے ہیں کہ ہم نے شرح صحیح مسلم ج:3، ص:246 پر بھی یہ مسئلہ لکھا تھا مگر صرف 4 سطریں لکھی تھیں جبکہ یہاں نعمت الباری میں اس مسئلہ کو بالکل الم نشرح کر دیا ہے۔ **الحمد للہ علی ذالک**

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ موزوں کو ٹخنوں سے کاٹ کر (حالت احرام میں) پہننے کا حکم مدینہ میں دیا گیا تھا مگر جب عرفات میں یہی مسئلہ بیان فرمایا گیا تو حضور علیہ السلام نے ٹخنوں سے کاٹنے کا حکم نہ فرمایا لہٰذا اب پورے موزے بغیر کاٹے بھی احرام والا پہن سکتا ہے اور پہلا حکم اب منسوخ ہے۔

مگر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال درست نہیں۔ موزے کاٹ کر پہننا ضروری ہیں کبھی حکم اختصار اور کبھی تفصیل سے دیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے موزے کاٹ کر احرام والا پہن سکتا ہے مگر اسے ایک بکرے کی قربانی دینا ہوگی۔ لیکن علماء نے ان کی بات نہیں مانی کیونکہ حضور علیہ السلام نے کفارہ کا حکم نہیں دیا۔

(8) احرام کی چادریں گھر واپس آنے کے بعد کسی بھی طریقہ سے استعمال کر سکتے ہیں۔ چاہے کرتا، شلوار یا چادر بنالیں۔ اگر کوئی ان کو اپنے کفن کے لیے رکھ لے تو اس کا بھی ایک واقعہ سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں، انہوں نے جو کوٹ جنگِ بدر میں پہنا ہوا تھا وہ سنبھال کر رکھ لیا تھا۔ جب اِن کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ

صندوق میں ایک کوٹ ہے۔ جب مجھے کفن دینا تو وہ کوٹ پہنا دینا کیونکہ وہ کوٹ پہن کر میں جنگِ بدر میں شامل ہوا تھا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ کر مجھ کو بخش دے۔ اگر آدمی احرام کی چادریں کفن کے لیے اس نیت سے سنبھال کر رکھ لے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اسی لیے رحم فرما دے کہ یہ شخص یہ چادریں پہن کر کبھی میرے گھر میں آیا تھا، تو یہ اچھی نیت ہے۔ (احکام الجنائز امام عبد الرحمن مبارک پوری)

(9) مرد نے ایک چادر کمر میں باندھ لینی ہے اور ایک چادر اوپر لپیٹ لینی ہے۔ دایاں کندھا حجرِ اسود کے سامنے جا کر طواف شروع کرتے وقت ننگا کرنا ہے، ایر پورٹ پر احرام باندھتے وقت ہی کندھا ننگا نہیں کرنا۔ دایاں کندھا ننگا کرنے کو اِضطباع کہتے ہیں۔

(10) احرام کے لیے صرف اتنا منع ہے کہ وہ کپڑا جسم پر فٹ کر کے سیا ہوا نہ ہو۔ باقی اس کا رنگ یا کپڑا کچھ بھی مقرر نہیں ہے۔ اگر سردی میں حاجی کمر میں چادر باندھے اور اوپر رضائی بھی بطور احرام لے لے تو اس کی اجازت ہے۔ اگر کسی نے اپنی قمیض اتار کر یا کوٹ وغیرہ اتار کر اپنے کندھے پر ڈال لیا ہے تو یہ اس کا احرام ہے۔ صرف اس قمیض یا کوٹ میں بازو ڈال کر اس طرح نہیں پہن سکتا جس طرح ہم عام طور پر پہنتے ہیں یعنی عادت کے مطابق لباس نہیں بلکہ خلافِ عادت لباس بطور احرام ہوتا ہے۔ آپ کمبل، رضائی اوپر لے سکتے ہیں بلکہ اگر کوئی شخص دس کمبل بھی اوپر ڈال لے تو اس کا احرام درست ہے۔ اگر کوئی کمبل کو بطور چادر کمر میں باندھنا چاہے تو باندھ سکتا ہے۔ احرام کا نہ رنگ مقرر ہے، نہ کپڑا، نہ کپڑوں کی تعداد۔ (مزید تفصیل کے لیے کتاب الحج فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 664)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب طواف شروع فرمانا چاہا تو حدیث میں آتا ہے کہ اضطباع کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کی چادر کا رنگ سبز تھا۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ:2584)

(11) ابوداؤد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے موزے کاٹ دیتے تھے۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت عبید رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ ٹخنے ننگے رکھنے کا مسئلہ، صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایسا نہیں کیا۔

(12) صرف چادریں باندھ لینے سے احرام کی پابندیاں شروع نہیں ہوتیں۔ جس طرح آدمی وضو کر کے پھرتا رہے یہی ان کی مثال ہے۔ احرام کی پابندیاں لبیک پکارنے سے شروع ہوں گی جیسے نماز کا اللہ اکبر کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے۔ لبیک کہنے کے لیے فرض نماز کا انتظار بہتر ہے۔ اگر فرض نماز نصیب ہو جائے تو فرض پڑھ کے لبیک پکارے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کے لیے کوئی الگ نماز نہیں پڑھی بلکہ فرض نماز کے بعد لبیک پکارا تھا۔ جب لبیک پکارا تو احرام کی پابندیاں شروع ہو جائیں گی جیسے کہ خوشبو نہیں لگا سکتا وغیرہ۔

(13) عورت کا عام لباس ہی اس کا احرام ہے۔ عورت دستانے اور برقعہ نہیں پہن سکتی کیونکہ یہ فیشن میں شمار ہوتے تھے لہٰذا منع ہیں۔ اگر کوئی عورت اپنی سر کی چادر اپنے منہ کے آگے لٹکا لے تو کوئی حرج نہیں، صحابیات کا یہی عمل تھا۔

(ابوداؤد کتاب المناسک باب محرمہ عورت اگر منہ ڈھانپے تو کیسا ہے۔)

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ جب دورانِ احرام غیر مرد پاس سے گزرتے تو وہ اپنی چادریں منہ کے آگے کر لیتی تھیں اور کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ چادر کو اپنے منہ کے ساتھ چھونے نہیں دیتی تھیں۔ برقعہ پہن کر سر پر ایک پنکھی باندھ کر کپڑے کو منہ کے ساتھ نہ لگنے دینا، یہ ایجادِ بندہ ہے کیونکہ جس برقعہ اور نقاب سے دورانِ احرام عورت کو منع کیا گیا تھا وہ تو کر لیا۔

منہ کے ساتھ کپڑا لگنے کا مسئلہ تو خود فقہ والوں کی ایجاد ہے۔ عورت غیر مرد سے دورانِ احرام پردہ کر سکتی ہے مگر نقاب اور برقعہ کو بوجہ زینت اور فیشن منع کر دیا گیا کہ عورت کی زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ درویشی ہونی چاہیے۔ محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے منہ پر حالت احرام میں کپڑا ڈال رکھا تھا۔ اسی طرح اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ، مشکوٰۃ:2690، امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلّٰی ج: 7، ص: 91،)

عورت کے لیے جہاں دورانِ احرام ہر وقت نقاب منع ہے وہیں دستانے بھی منع ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے علماء نے عورت کو دستانے پہننے کی اجازت دی ہے بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھا کہ عورت کے لیے اچھی بات ہے اگر وہ اپنے ہاتھ دستانوں سے چھپا لے۔ مگر ان علماء کی یہ رائے درست نہیں ہے۔ صحیح حدیثوں میں دورانِ احرام ہر وقت نقاب کرنے اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان علماء کی رائے اس مسئلے میں نہیں مانی جائے گی۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک ہی حدیث میں تو یہ فرمایا گیا کہ مرد سر ننگا رکھے اور قمیض نہ پہنے اسی حدیث میں عورت کو نقاب اور دستانے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو فرمانِ رسالت ہے وہی پیروی کے لائق ہے۔ فرمان رسالت ہر دوسرے کی بات پر حجت ہے اور کسی دوسرے کی بات فرمانِ رسالت پر حجت نہیں ہے۔

(14) دورانِ احرام عورت بالوں کا جوڑا کر سکتی ہے اور کلپ لگا سکتی ہے۔

(15) احرام کی حالت میں سردی یا گرمی کی وجہ سے یا مزدلفہ میں رات گذارتے وقت حاجی منہ ڈھانپ سکتا ہے مگر سر نہیں ڈھانپ سکتا۔ اگر رات کو سوتے وقت بے خیالی میں سر بھی ڈھانپ لے تو کوئی کفارہ نہیں۔ جب توجہ ہو یا آنکھ کھلے سر ننگا

کرلے۔ (المحلی ج: 7، ص: 255 تا 258، مسئلہ نمبر 895)

(16) لبیک شروع کرنے کے بعد ہر نماز کے بعد بھی اور نماز کے علاوہ بھی پڑھتے ہی رہنا ہے۔ جب مکہ شریف کی عمارتیں نظر آنا شروع ہو جائیں تو اس وقت لبیک پکارنا بند کر دینا ہے۔ (بخاری کتاب المناسک باب جب مکہ میں داخل ہو، غسل کرے۔)

(17) اگر کسی عورت نے عمرہ کا احرام باندھا مگر حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہو گیا تو وہ مسجد حرام میں نہ جائے، رہائش گاہ پر ٹھہری رہے۔ احرام کی پابندیاں برقرار رکھے، جب حیض ختم ہو، نہا کر طواف و سعی کرے۔

(مسلم کتاب الحج حائضہ اور نفاس والی کے احرام اور غسل کا بیان)

اگر حیض کی حالت میں ہی حج کے لیے روانہ ہونا پڑا یعنی آٹھ ذوالحجہ آ گیا، تو ایسا ہی معاملہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پیش آیا تھا، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ایسی عورت نہائے اور نئے سرے سے حج کا لبیک پکارے اور حج کو روانہ ہو جائے کیونکہ اس حالت میں صرف مسجد میں جانا منع ہے جب کہ حج کے مناسک تو میدانِ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں ادا ہوتے ہیں لہٰذا ایسی عورت کا حج درست ہے۔ اگر وہ بعد میں عمرہ کرنا چاہتی ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح تنعیم سے جا کر عمرہ کرے جیسے کسی کی سنتیں رہ جائیں تو وہ بعد میں ادا کر لیتا ہے۔

(مسلم کتاب الحج باب حائضہ اور احرام والی کے غسل اور احرام کا بیان)

(18) حالتِ احرام میں فوت ہونے والے کو غسل دیا جائے گا۔ مگر خوشبو نہیں لگائی جائے گی۔ کفن سے اس کا چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا اور اس کا چہرہ اور سر ننگا رکھا جائے گا، وہ روز قیامت لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا حج پورا ہو گیا اور اس کو پورا ثواب ملے گا۔ (بخاری کتاب المناسک باب محرم اگر عرفات میں مرجائے۔)

(19) دورانِ احرام خوشبو کا استعمال

امام ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ کو لگی ہوئی خوشبو اگر احرام کی حالت میں جسم کو لگ جائے یا حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت خوشبو لگ جائے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احرام کی حالت میں حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔ جس نے غلطی سے خوشبو لگا لی یا کوئی بیمار تھا تو اس کو معالج نے خوشبو کے ذریعہ علاج کرنے کو کہا یا احرام کی حالت میں خوشبو خریدنے گیا اور خوشبو ہاتھ وغیرہ کو لگا کر چیک کی یا احرام کی حالت میں خوشبو فروخت کی اور اس کو لگ گئی یا احرام والے نے بھول کر یا مجبوری میں وہ لباس پہن لیا جو احرام میں منع ہے یعنی سر پر کپڑا لے لیا یا سردی یا گرمی کی وجہ سے اس کو مجبوراً ایسا لباس پہننا پڑا، چاہے تھوڑی دیر کے لیے یا زیادہ دیر کے لیے تو احرام والے کو نہ کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی حرج ہے۔ یاد رکھیں دین ساری ضرورتوں کا لحاظ رکھتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

''اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔'' (سورہ البقرہ: 185/2)

امام ابن حزم رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں کہ ان باتوں سے اس کے حج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ احرام والے کو چاہیے کہ جب یاد آ جائے یا ضرورت ختم ہو جائے تو وہ چیز ہٹا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور مفتی حرم عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ اور حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا کہ بھول کر سر پر کپڑا لے لیا تھا تو جب یاد آئے یا جب ضرورت ختم ہو گئی تو اس کو ہٹا دے۔ یہی حکم بھول کر سر منڈانے کا ہے۔ اسی طرح جس کو علاج کی خاطر سر پر پچھ یا سینگیاں لگوانا پڑ گئیں اور تھوڑے سے بال بھی اس سلسلہ میں کٹوانا پڑ گئے تو اس پر بھی کوئی کفارہ نہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالتِ احرام میں تھوڑے سے بال کٹوا کر سینگیاں لگوائیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے ان تمام باتوں کے دلائل بھی مذکورہ صفحہ پر ذکر کئے ہیں کہ امت کے بڑے بڑے علماء سے یہ مسائل منقول ہیں۔ قرآن مجید میں سورۂ احزاب

5/33 میں فرمایا:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

''اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں جو جان بوجھ کر کرو اس پر مواخذہ ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے عفی لامتی عن الخطاو النسیان وما استکرھا علیہ کہ میری امت کو غلطی، بھول چوک اور مجبوری معاف ہے۔

(امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلی ج: 7 ص: 255 تا 258 مسئلہ نمبر 895)

متفرقات

(1) والدین زندہ ہوں اور ان کے پاس اتنی رقم ہو کہ وہ خود حج کرسکیں تو اولاد پر ضروری نہیں کہ ان کے حج کرنے تک خود حج نہ کرے۔ اولاد کے پاس اگر اتنی رقم ہے کہ وہ حج کر سکے تو ماں باپ سے پہلے حج کر سکتی ہے۔ اگر ماں باپ کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ حج کر سکیں اور بیٹے کے پاس حج کی رقم ہے تو بیٹے پر لازم نہیں کہ وہ پہلے ماں باپ کو حج کرائے پھر خود حج کرے بلکہ بیٹا خود اپنا حج کرے اور اگر اس کے پاس مزید گنجائش ہو تو ماں باپ کو بھی حج کرا دے، یہ الگ نیکی ہے۔

حج کرنے کے لئے اولاد پر والدین کی اجازت لینا درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔ (کتاب الحج فتاوی رضویہ ج 10 ص 658 مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اگر بیٹے کے پاس حج کی رقم تھی مگر اس نے خود اپنا فرض حج ادا کرنے کی بجائے اس رقم سے ماں باپ کو حج کرا دیا اور رقم ختم ہوگئی تو بیٹا مجرم ہوگا، کیونکہ اس نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ پہلے اپنا فرض ادا کرے پھر ماں باپ کی فکر کرے۔

(2) ایک سال کے بچے کو چھوڑ کر جانے والے والدین کا حج ہو جائے گا۔ دوران حج بچے کی دیکھ بھال کا معقول انتظام ہونا چاہیے۔

(3) منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں نماز چاہے جماعت کے ساتھ پڑھیں یا انفرادی طور پر اجازت ہے۔

(4) اگر کوئی ٹریول ایجنٹ کسی سے حکومت کی مقرر کردہ رقم سے زائد لے کر حج پر لے جانے کا وعدہ کرتا ہے تو آدمی کو وہ رقم دے کر حج پر چلے جانا چاہیے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہیں کہ اگلے سال تک زندہ رہے نہ رہے۔ جو آدمی اس سے زائد رقم ناجائز لیتا ہے اس کو گناہ ہوگا اور دینے والے کا صدقہ لکھا جائے گا۔

(5) سرکاری محکمہ یا نجی کمپنی اپنے ملازمین کو حج کرائے یا کوئی عام شخص کسی دوسرے کو حج پر بھجوا دے تو جانے والے کا حج ادا ہو جائے گا اور بھجوانے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ جو سرکاری ملازم حاجیوں کے ساتھ خدام الحجاج کے طور پر جاتے ہیں اور ان کا خرچ سرکار دیتی ہے، ان کا حج درست ہے۔ دور رسالت میں اونٹ کرایہ پر دینے والوں کا مسئلہ پیش ہوا تھا تو ان کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ کرایہ بھی کھائیں اور حج بھی کریں۔ اسی طرح جو حجام حجامت بھی کرتا ہے، وہ کمائی بھی کرتا اور حج بھی کرتا ہے۔ اس کا حج درست ہے۔ تجارت کے بارے میں تو سورۂ بقرہ کی آیت

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ (البقرہ 2:198/2)

میں اجازت دی گئی کہ سفر حج میں تجارت بھی کرلو اور ساتھ حج بھی کر لو۔ تو خدام الحجاج اپنے فرض حج کی نیت کر لیں ان کا حج ہو جائے گا۔ جو آدمی کسی طرح سے نو ذوالحج کو

عرفات میں داخل ہو گیا، اس کا حج ہو گیا۔

(6) حج وعمرہ کے لیے جاتے وقت عورت کے لیے محرم، بنانے سے نہیں بنتا۔ کیوں کہ یہ تو وہ رشتہ ہے جس سے قیامت تک نکاح حرام ہے۔ کاغذوں میں غلط محرم کو بنانا گناہ پر گناہ ہے کہ جاتو حج وعمرہ کے لیے رہے ہیں مگر ابتدا جھوٹ بول کر کر رہے ہیں۔ جب اللہ اور رسول ﷺ نے اجازت ہی نہیں دی اور عورت بغیر محرم حج کا یا دوسرا سفر کر ہی نہیں سکتی تو کیوں ایسا کرتی ہے جبکہ ایسی عورت کو حج وعمرہ معاف ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ:2515,2513)

اگر کسی عورت کے پاس حج کرنے کی رقم ہے مگر شوہر حج پر جانے نہیں دے رہا تو اس عورت کو چاہیے کہ اپنے بھائی بیٹے وغیرہ کسی محرم کو ساتھ لے کر چلی جائے۔ اگر ایسا بھی نہیں ہوسکتا تو پھر حج نہ کرے اور اس وقت تک انتظار کرے جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ جائے یا اس کا خاوند ہی مان جائے۔ اگر عورت اتنی ضعیف یا بیمار ہوگئی اور اب اس کی حج پر جانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو وہ اپنی جگہ کسی کو حج بدل کرادے یا موت کا وقت آگیا تو وصیت کر جائے مگر تندرستی کی حالت میں حج بدل نہیں کراسکتی۔

عورت کے پاس اگر سفر خرچ ہو اور اس کا شوہر اس کے ساتھ حج پر جانے پر راضی نہ ہو یا اس کے پاس اپنے کام کی وجہ سے فرصت نہ ہو تو وہ عورت اپنے باپ یا بھائی کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے چاہے اس کا شوہر منع کرے۔ شوہر سے اجازت لینا فرض ادا کرنے کے لیے ضروری نہیں۔

(فتاوی رضویہ ج10 ص717، فتح الباری ج: 4، ص: 78)

(7) اگر حج کی درخواست دینے کا وقت آگیا اور کسی کو معلوم ہے کہ مجھے چند ماہ کے بعد یقینی طور پر اتنی رقم مل جائے گی مثلاً فصل آنے والی ہے، یا کسی کو رقم دی تھی

وہ واپس مل جائے گی۔ مگر اب اس کے پاس درخواست دینے کے لیے رقم نہیں ہے تو ایسا شخص قرض حسنہ لے کر درخواست دے دے۔ جب رقم اس کو ملے گی تو قرض واپس کر دے۔ جب دنیاوی کاموں کے لیے قرض لیا جاسکتا ہے تو اس نیک کام کے بھی لے لے کیوں کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مگر ایک بات ذہن میں رہے کہ سودی قرض نہ لے، نہ بنک سے نہ کسی آدمی سے کیونکہ نیک کام کے لیے ایسا سخت گناہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

(8) انتظامی لحاظ سے حکومت پانچ سال میں ایک مرتبہ حج کرنے کی پابندی لگاسکتی ہے۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ حج کے دنوں میں اہل مکہ خانہ کعبہ کی بجائے اپنے گھروں یا محلوں کی مسجدوں میں نماز پڑھیں اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو طواف ونماز کا موقعہ دیں کیونکہ مکے والے تو سارا سال ادھر ہی رہتے ہیں۔

(9) رمی جمار، قربانی، سرمنڈانا وغیرہ میں اگر ترتیب الٹ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(بخاری کتاب المناسک باب جمرے کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا اور باب کسی نے قربانی سے پہلے سرمنڈا لیا تو کیا حکم ہے)

(10) دوران عدت وسوگ عورت حج وعمرہ پر جاسکتی ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی عورتوں کو حج اور عمرہ پر لے جاتے تھے۔

(المحلی، ج:10، ص:284-285)

عدت کی پابندی یہ ہے کہ ایسی عورت نیا نکاح دوران عدت نہیں کرسکتی اور سوگ کی پابندی زیب وزینت پر ہے۔ بیوہ عورت باقی سارے کام کرسکتی ہے۔ بعض علماء بیوہ پر پابندی لگاتے ہیں کہ وہ دوران عدت رات لازماً اپنے گھر میں گزارے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی میں اس کے خلاف بہت زور سے

لکھا ہے کہ صرف ایک روایت ہے کہ بیوہ لازماً رات اپنے گھر میں گزارے جو اتنی مضبوط نہیں۔

(11) عورتیں حیض روکنے کے لیے دوائی کھانا چاہیں تو کھا سکتی ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ عورتیں دوران حج حیض روکنے کے لیے پیلو کا پانی پی لیتی ہیں تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔ (سنن سعید بن منصور)

لیکن قدرتی عمل کو روکنے کا نقصان ہوسکتا ہے۔ جب ایسی عورت کو عمرہ کیے بغیر پورا ثواب مل سکتا ہے، تو پھر ایسا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے حج کرنے کے لیے پاک ہونا شرط نہیں کیونکہ وہ مسجد میں نہیں بلکہ میدان میں ہوتا ہے۔

(12) بطور کفارہ قربانی (دَم) صرف دوران احرام سر منڈانے پر ہے جو کہ قرآن میں بیان ہوا (بقرہ: 196/2) اگر قربانی نہ دے تو دس روزے رکھے۔ اس ایک کام کے علاوہ اور کسی کام پر دَم کا جرمانہ نہیں ہے۔ نہ قرآن میں نہ کسی صحیح حدیث میں ہے۔

(13) اگر میاں بیوی نے دوران احرام جماع کرلیا تو پھر بہت سخت سزا ہے۔ ایک اونٹ بطور کفارہ ذبح کرنا پڑے گا۔ حج کے باقی ارکان ادا کرنا پڑیں گے اور ایک آدمی ہر وقت ان دونوں کے ساتھ بطور نگران مقرر ہوگا کہ وہ پھر جماع نہ کرلیں اور ان دونوں میاں بیوی کو اگلے سال پھر حج کرنا پڑے گا۔ وقوفِ عرفات سے پہلے اگر احرام باندھا جاسکے تو اسی سال حج کرلیں۔

(ابن حزم، المحلی، ج: 7، ص: 187,186)

میاں بیوی کو دوران احرام میں میاں بیوی والی کوئی بات کرنا سخت منع ہے۔

(14) دوران حج وعمرہ عورتیں ننگے منہ ہوتی ہیں۔ اس وقت یہ تصور کرے کہ اب یہاں اگر کوئی بری حرکت یا بری نظر کسی عورت پر ڈالی تو اللہ سخت ترین سزا دے گا۔

مسائلِ طوافِ کعبہ

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی عمرہ کا طواف کرنے کے بعد طواف زیارت تک کوئی اور طواف یعنی نفلی طواف نہ بھی کرے تو درست ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایسا ہی کیا تھا۔

(بخاری کتاب المناسک باب جو شخص پہلے طواف یعنی طوافِ قدوم کے بعد پھر کعبے کے نزدیک نہ جائے اور عرفات کو حج کے لیے چلا جائے)

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف فرمایا۔ (بخاری کتاب المناسک باب مریض سوار ہو کر سکتا ہے)

(3) سعی بھی سوار ہو کر کرسکتا ہے۔ (نسائی کتاب الحج باب اونٹ پر چڑھ کر صفا مروہ کا طواف کرنا)

(4) دورانِ طواف کعبہ شریف کی طرف دیکھنے سے طواف خراب نہیں ہوتا۔ اس دوران کعبہ شریف اور میزابِ رحمت (خانہ کعبہ کا پرنالہ) وغیرہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

(5) نفلی طواف میں جرابیں، دستانے وغیرہ جو بھی پہننا چاہیں، مرد وعورت پہن سکتے ہیں۔ صرف عمرہ کے طواف میں ایسی چیزیں منع ہیں۔

(6) امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج: 3، ص: 505، پر لکھا ہے کہ بہت سارے کوفیوں کا یہی مذہب تھا کہ طواف کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ ان میں حضرت حماد ابن ابی سلیمان، منصور، سلیمان اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے تابعی شامل ہیں۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اعلام الموقعین'' ج: 3، ص: 36-37، پر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا کہ وضو طواف کی شرط نہیں۔ میرے نزدیک اعتدال کا مسلک شیعہ حضرات کا ہے کہ جو طواف واجب ہیں مثلاً عمرہ اور طوافِ زیارۃ، ان کے لیے وضو شرط ہے اور نفل طواف کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔

مذہب حنفیہ کے مطابق بھی طہارت طواف کی شرط نہیں ہے۔

(ص: 131، ج: 29، الموسوعة الفقهيه شائع کردہ وزارت اوقاف والشئون الاسلامیہ حکومت کویت)

(7) حجر جو عام طور پر حطیم مشہور ہے وہ کعبہ شریف کا غیر تعمیر شدہ حصہ ہے جو کعبہ کی طرف سے چھ ہاتھ ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا تو حطیم والی طرف سے کعبہ شریف گول تھا۔ اس کے کونے صرف دو تھے، ایک کونہ رکن یمانی جسے صرف چھوتے ہیں اور دوسرا حجر اسود والا جو چومتے ہیں۔

(8) کچھ لوگ نماز فجر اور عصر کے بعد طواف کر کے گنتی کرتے رہتے ہیں اور بعد میں 2/2 نوافل فی طواف اکٹھے ادا کر لیتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نوافل ادا نہیں کیے جا سکتے تو ان اوقات میں طواف نہ کرے کیونکہ سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد اگلا طواف شروع ہی نہیں ہو سکتا جب تک دو نفل ادا نہ کیے جائے۔ مکہ شریف میں طواف سے بڑی کوئی عبادت نہیں، تلاوت اور نوافل تو ہم اپنے ملک میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

(القریٰ لقاصد ام القریٰ ص: 319-320، امام حرم احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر محب الدین طبری ثم المکی)

طوافِ کعبہ

طواف نماز کی طرح ہے۔ (ترمذی، داری، نسائی، مشکوٰۃ: 2576)

طواف کرنے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: 2580)

مکہ شریف پہنچ کر جب مسجد حرام میں جائے تو اگر وہاں فرض نماز ہو رہی ہو تو اس میں شامل ہو جائے ورنہ جاتے ہی طواف شروع کرے۔ جب خانہ کعبہ پر نظر پڑے تو کہے اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ کعبہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا مانگنا ثابت نہیں ہے، جاتے ہی اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم کعبہ شریف کی پوجا نہیں کرتے بلکہ اس اللہ کی پوجا کرتے ہیں جو وہم و گمان سے بھی بلند ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ کعبہ شریف کو دیکھ کر

ہاتھ اٹھا کر سلام نہیں کرنا، ہاتھ اٹھانے کے بارے میں تمام روایات ضعیف ہیں۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ: 2574، ضعیف الجامع الصغیر از البانی رحمہ اللہ، حدیث: 2422، ص: 357، المغنی ابن قدامہ ج: 3، باب ذکر الحج و دخول مکہ ص: 369)

پھر حجر اسود کے نزدیک چلا جائے، وہاں جا کر دایاں کندھا ننگا کر لے، اس کو اضطباع کہتے ہیں۔ حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ پھر اگر ہو سکے تو حجر اسود پر جا کر تین کام کرے۔ پہلے ہاتھ لگائے، پھر چومے اور پھر اس کے اوپر سجدہ کرے۔ حجر اسود کو چھونا استلام ہے کیونکہ پتھر کے چھونے کو استلام کہتے ہیں، دور سے اشارہ کرنے کو استلام نہیں کہتے، چومنا یعنی بوسہ لینے کو تقبیل کہتے ہیں اور اوپر سر رکھ دینے کو سجدہ کہتے ہیں۔ اگر صرف ہاتھ سے حجر اسود کو چھو لیا تو اس ہاتھ کو چوم لے۔ اگر ان تینوں کاموں میں سے کچھ نصیب نہیں ہوا تو پھر کوئی اشارہ نہیں کرنا۔ دور سے ہاتھ اوپر کر کے چوم لینا درست نہیں ہے۔

(بخاری کتاب المناسک باب لکڑی سے حجر اسود کو چھونا اور اس کو چومنا)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھڑی حجر اسود کو لگا کر چومی تھی۔ اگر اشارہ کر کے ہاتھ چومنا درست ہوتا تو آپ ایسا ہی فرماتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: 2569,2570,2571)

اگر حجر اسود چھو لیا پھر بھی یا نہیں چھو سکا تو پھر بھی، سیدھا کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہے یا بسم اللہ واللہ اکبر کہے، دونوں سنت ہیں اور پھر طواف شروع کر دے۔ حجر اسود کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک دورانِ طواف حجر اسود کا بوسہ مستحب ہے۔ اگر نہ لے سکے تو سامنے کھڑا ہو کر صرف اللہ اکبر کہے اور چل پڑے۔

(ترمذی کتاب الحج باب ما جاء فی تقبیل الحجر تحفۃ الاحوذی ج: 2، ص: 92-93)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ رش کے باوجود کوشش کر کے حجر اسود چوما کرتے تھے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: 2580)

پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی تیز تیز چلے۔ دورانِ طواف کوئی ذکر مخصوص نہیں ہے نہ کوئی دعا مخصوص ہے بس چکر لگاتے ہوئے اپنے ذہن میں تصور کرے کہ میرے جیسا گناہ گار اور اللہ کے دربار میں؟

دورانِ طواف، اور دورانِ سعی، لا اِلٰه الا الله وحده لا شريك لهٗ ، لهٗ الملك ولهٗ الحمد و هو علىٰ كل شئ قدير پڑھے، درود شریف اور استغفار بھی پڑھ سکتا ہے۔ رکنِ یمانی سے حجرِ اسود تک "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھنا مسنون ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ:2581)

باقی تین اطراف میں آدمی آزاد ہے کہ کچھ پڑھے یا نہ پڑھے۔ رکن یمانی کو بوسہ نہیں دینا، صرف ہاتھ سے چھونا ہے۔ اگر اس کو چھونہ سکے تو رکنا نہیں ہے بلکہ چلتے جانا ہے۔ جب حجر اسود کے سامنے آنا ہے تو زیادہ رکے بغیر، اس کو چھونے یا چومنے کی کوشش کرنی ہے اگر نہ چھو سکے تو پھر بغیر ہاتھ اٹھائے حجرِ اسود کی طرف سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنا ہے اور دوسرا چکر شروع کر دینا ہے۔ اسی طریقے سے سات چکر پورے کرنے ہیں۔ ایک چکر کو شوط کہتے ہیں۔

ہر سات چکر پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ جب بھی طواف کرنا ہے تو اس وقت ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھیں۔ یہ تو عمرہ کا طواف تھا، ویسے بھی جتنے نصیب ہوں، دن رات میں نفلی طواف کر سکتا ہے۔ عمرے کے طواف کی دو رکعتیں کوشش کر کے مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پڑھنی چاہیں۔ اگر مقام ابراہیم سامنے ہو تو زیادہ بہتر ہے چاہے دور کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھے مگر مقام ابراہیم کو بالکل سامنے رکھ کر، اگر ایسا نہ ہو سکے تو مقام ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس، دائیں بائیں جہاں جگہ ملے، پڑھ لے۔ عمرے کے طواف کے علاوہ جو نفلی طواف کیے جائیں، ان کی دو رکعتیں چاہے گھر جا کر پڑھے، چاہے صحنِ کعبہ میں پڑھے، ان کے لیے پابندی نہیں ہے کہ ضرور مقام ابراہیم پر پڑھے۔

صفا مروہ کی سعی

اب طواف ختم ہو گیا اور صفا مروہ کی سعی کرنی ہے۔ لیکن سعی شروع کرتے وقت ایک بات کا ضرور خیال رکھنا ہے جو عام طور پر لوگ بھول جاتے ہیں وہ یہ کہ طواف کی دو رکعتیں

پڑھ کر دوبارہ حجر اسود پر آنا ہے اور اس کو ہاتھ لگانا، بوسہ دینا اور اس پر سجدہ کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی کام بھی نصیب نہ ہو تو پھر طواف کی طرح حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے، یعنی صفا مروہ کی سعی کا آغاز بھی یہیں سے ہونا ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ، ج:10، ص:742، مسئلہ نمبر 20 فصل سوم)

مسنون عمل صفا پر جا کر، خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے، تین دفعہ اللہ اکبر کہنا ہے اس کے بعد چوتھا کلمہ جو اوپر لکھا ہوا ہے وہ پڑھنا ہے۔ اس کے بعد لا اِلٰه الا الله وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ کہنا ہے۔ اس کے بعد درود شریف پڑھنا ہے، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی ہے۔ اس عمل کو تین بار کر کے مروہ کی طرف چکر شروع کرنا ہے۔ جب مروہ پر پہنچے تو یہی عمل تین بار خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے وہاں کرے اور ہر چکر میں دونوں پہاڑیوں پر یہی عمل تین تین بار کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفا اور مروہ پر یہی عمل تین کی بجائے سات سات اللہ اکبر کہہ کر تین بار کرتے تھے یعنی کل اکیس بار اللہ اکبر کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تین اللہ اکبر سات بار کہتے تھے۔

صفا اور مروہ کے درمیان ستونوں کو سبز رنگ سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان عورتوں نے نہیں دوڑنا اور مردوں نے دوڑنا ہے۔ ان دونوں سبز ستونوں کے درمیان مروہ کو جاتے اور واپس آتے دوڑنا ہے۔ ان دونوں کے درمیان دعا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ پڑھیں۔ سعی کے سات چکر صفا سے شروع ہوتے ہیں اور مروہ پر ختم ہوتے ہیں۔

طواف اور سعی میں اتصال لازم نہیں

جس نے تھکاوٹ یا کسی عذر کی وجہ سے، طواف یا سعی درمیان میں ہی چھوڑ دیا، یا مکہ پہنچ کر عمرہ لیٹ کیا اور نمازیں حرم میں پڑھتا رہا ہے، اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ دلیل سورۂ بقرہ کی آیت کہ "اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا"۔

(البقرہ: 185/2، المحلی، امام ابن حزم، مسئلہ 841، ج: 7، ص: 180)

طواف اور سعی میں اتصال یعنی دونوں کا ایک ہی دفعہ مکمل کرنا لازم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کمزور ہے یا بوڑھا ہے یا عورت ہے یا بیمار ہے تو وہ ایک دن طواف کر لے اور دوسرے دن یا اسی دن سعی بعد میں کر لے۔ خود طواف اور سعی کے سات چکر بھی ایک ہی دفعہ پورے کرنے لازم نہیں۔

(بخاری کتاب المناسک باب اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے، المغنی ابن قدامہ ج: 3، ص: 390)

کئی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ طواف کے سات پھیرے اکٹھے نہیں لگا سکتے تھے تو وہ جتنے پھیرے آسانی سے لگا سکتے لگا لیتے اور پھر چھاؤں میں جا کر آرام کر لیتے۔ پھر طبیعت بحال ہونے پر آ کر دوبارہ باقی پھیرے مکمل کر لیتے۔ یاد رکھو دین اسلام حکمت والا دین ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون دانا ہوگا۔ وہ حکم دیتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ سب کی مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ ج 10 ص 742 مسئلہ نمبر 20 فصل سوم)

سعی کے دوران بھی اگر کوئی تھک جاتا ہے تو وہ ایک طرف بیٹھ کر سانس لے سکتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں اور بھاری جسم کی تھیں، طواف و سعی تین دن میں مکمل کی تھی۔ (القریٰ لقاصدام القریٰ، ص: 337)

یہی مسئلہ پہلے عمرہ کی سعی کا اور طوافِ زیارت کی سعی کا ہے۔

بال کٹوانا

اس کے بعد بال کٹوا کر احرام کھول دینا ہے۔ اگر آپ حج کے لیے گئے ہیں تو عمرہ کے بعد بال صرف کتروالیں اور استرے سے سر 10 ذوالحجہ کو منڈالیں۔ اگر آپ صرف عمرہ کرنے گئے ہیں تو پھر سعی کے بعد استرے سے سر منڈالیں۔

(بخاری کتاب المناسک باب حج تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال کٹوائے)

حج اور عمرہ دونوں میں آدمی اپنے بال خود کاٹ سکتا ہے۔

عورتیں اپنے بالوں کو تھوڑا سا قینچی سے کاٹ لیں۔ (ابوداود، دارمی، مشکوۃ:2654)

جب آپ نے سر منڈا لیا یا حجامت بنوالی تو آپ کا احرام کھل گیا۔ احرام کی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ اب آپ نہا کر خوشبو وغیرہ لگا سکتے ہیں اور عام لباس سے جتنے چاہیں طواف کر سکتے ہیں۔ بس ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھتے رہیں، ان کے ساتھ صفا مروہ کی سعی نہیں کرنی ہے۔

آبِ زم زم پینا

ایک بات یاد رکھیں کہ آبِ زمزم پینا الگ عبادت ہے، طواف و عمرہ کا حصہ نہیں ہے۔

مناسکِ حج

فرائضِ حج

حج کے تین فرائض یعنی احرام، وقوفِ عرفات، طوافِ زیارت ہیں۔احرام کا مطلب ہے پابندیوں میں آجانا یعنی (Prohibited) ہوجانا ہے۔

آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھنا ہے۔اس کے لیے خانہ کعبہ جانے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی رہائش گاہ پر باندھ سکتے ہیں۔نہائیں، دو چادریں پہنیں اور لبیک شروع کردیں۔

لبیک یا تلبیہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلبیہ میں یہ الفاظ کہتے سنا ہے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

"اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، حمد وثنا تیرے ہی لیے ہے اور نعمت بھی تیری ہی ہے بادشاہت بھی تیری آپ ان الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ کہتے تھے۔" (بخاری، مسلم، احمد، بیہقی، حاکم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ)

تلبیہ کے ان الفاظ کے مسنون ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔
(الفتح الربانی ج: 11،ص: 187)

بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کی حدیث نمبر 2551، 2592 اور اکثر ائمہ (جن میں امام ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں) کے نزدیک ان پر دوسرے الفاظ، جن میں اللہ کی حمد وثنا اور تعظیم بیان کی گئی ہو، کا بھی اضافہ کرنا مستحب ہے۔مرد کے لیے تلبیہ کا بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔اس پر اجماع ہے کہ عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہے گی بلکہ صرف اتنی آواز سے تلبیہ کہے گی، جسے وہ خود سن سکے۔(الفتح الربانی ج: 11،ص: 189)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا حج وہ ہے کہ جس میں لبیک زور زور سے کہا جائے اور قربانیاں زیادہ سے زیادہ کی جائیں۔ (مسند ابی یعلی)

تلبیہ کی مدت حج میں قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے تک ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن تک لبیک کہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد)

منیٰ میں قیام

اگر بسیں آپ کو آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کے بعد بھی منیٰ میں پہنچائیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ٹھہرنا حج کا حصہ نہیں ہے بلکہ یہ صرف آسانی کے لیے ایک پڑاؤ ہے۔پوری امت آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ میں رہنا ضروری نہیں مانتی۔سب مانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہولت کے لیے وہاں پڑاؤ کیا تھا تاکہ عرفات تک آسانی سے چلا جائے کیونکہ اس وقت زیادہ تر لوگ پیدل ہی جاتے تھے ورنہ یہ حج کا حصہ نہیں ہے۔اس پر اجماع امت ہے۔(المغنی، ج:3،ص:406)

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ حاجی نے یہ رات بسر کی تو جائز مگر خلاف ادب ہے۔
(فتاوی رضویہ ج 10 ص 667 بحوالہ لباب مع ارشاد الساری ص 51، باب فی الرواح الیٰ منیٰ)

حج کے بعد منیٰ میں تین دن رہنے کے متعلق امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ منیٰ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے ضرور ہیں مگر حکم نہیں دیا۔اگر کوئی منیٰ میں نہ رہے اور کہیں اور مثلاً مکہ

میں اپنی رہائش گاہ پر ہی رہے تو کوئی حرج نہیں مگر کنکریاں مارنے کے لیے اس کو منیٰ میں جانا پڑے گا۔ ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور تمام حنفی اماموں رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ منیٰ میں رہنا سنت ہے اور کوئی نہ رہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

(المحلی ج: 7،ص: 184-185، فتح الباری ج: 3،ص: 579)

یہ یاد رہے کہ حضور ﷺ نے خود کئی کام ایسے کیے ہیں جن کے کرنے کا حکم دوسروں کو نہیں دیا۔ مثال کے طور پر ایک کام تو سب چھوڑ بیٹھے ہیں حالانکہ رسول کریم ﷺ کا وہ عمل نہ صرف ثابت ہے بلکہ تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی وہی عمل تھا۔ مگر ساری امت چھوڑ بیٹھی، وہ ہے وادیٔ محصّب میں رہنا۔ جب رسول کریم ﷺ منیٰ سے واپس 13 تاریخ کو تشریف لائے تو المعلیٰ قبرستان کے پاس دو پہاڑوں کے درمیان وادی محصّب میں پہنچے۔ وہاں آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء پڑھی۔ وہاں تھوڑی دیر آرام فرمایا اور پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ وادیٔ محصّب میں ٹھہرنا تحصیب کہلاتا ہے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو سنت کہتے تھے مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ سنت نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ سہولت کے لیے وہاں ٹھہر گئے تھے لہٰذا جس کی مرضی ہے ٹھہرے، جس کی مرضی نہ ٹھہرے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: 2664-2665-2666)

دوسروں کے لیے سنت وہی ہے، جس کی رسولِ ﷺ نے ترغیب دی یا حکم فرمایا ورنہ تو کئی کام آپ ﷺ نے کیے مگر وہ سنت نہیں کہلائے اور نہ وہ امت کے لیے قانون بنے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو منیٰ میں رہا اس نے اچھا کیا، مگر جو منیٰ میں نہ رہا مگر آ کر کنکریاں مارتا رہا تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سہولتیں دین کی دی ہوئی ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ دین اندھے کی لاٹھی نہیں۔

جو منیٰ میں رہے اس کے لیے قرآن نے فرمایا کہ جو 12 تاریخ کو وہاں سے چلا گیا اس کو بھی کوئی گناہ نہیں اور جو 13 تک ٹھہرا رہا وہ بھی درست ہے، اصل مقصود تقویٰ (پرہیز گاری) ہے کہ گناہوں سے پرہیز کرے۔ آج کل لوگ بارہ تاریخ کو منیٰ سے چلے جاتے

ہیں اور تیرہ تک وہاں رہنے کی سنت بالکل گم ہو چکی ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کے ساتھ اتنا مجمع تھا لیکن بارہ کو نہیں گئے بلکہ تیرہ تاریخ کو بھی کنکریاں مار کر پھر تشریف لے گئے۔

جس کا ارادہ بارہ تاریخ کو منیٰ سے چلے جانے کا ہو تو وہ دن یا تیرہ کی رات کسی وقت بھی جا سکتا ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد منیٰ میں موجود شخص کو تیرہ تک وہاں رہنا لازم نہیں ہو جاتا۔ جب اس کا ارادہ ہی چلے جانے کا ہو تو پھر دن یا رات جب چاہے چلا جائے۔

عرفات میں حاضری

اگر کوئی شخص نو ذوالحجہ کو مکہ سے براہِ راست عرفات چلا جائے یا ایک دو دن پہلے ہی عرفات میں پہنچ جائے تو اس کو کوئی گناہ نہیں اور یہ سب علماء مانتے ہیں کہ اس کا حج بالکل درست ہے۔ دین نے سب کاموں کی اہمیت الگ الگ بیان کی ہے کہ فلاں فرض ہے، فلاح واجب ہے اور فلاں صرف نیک کام ہے۔

حج کا رکن اعظم نو ذوالحجہ کو عرفات میں حاضر ہونا ہے اور یہی حج ہے۔ باقی کام اگر آگے پیچھے ہو جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی حل ہے مگر نو تاریخ کو دوپہر کے بعد (دن ڈھلنے سے لے کر) سے لے کر اگلے دن یعنی دس تاریخ کی فجر تک کوئی عرفات میں پہنچ گیا تو اس کا حج ہو گیا۔ اصل وقوف دن ڈھلنے سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ یہ صحیح طریقہ ہے لیکن اگر کوئی رہ جائے یا اس کا جہاز لیٹ ہو گیا یا وہ بے ہوش ہو گیا اور بعد میں ہوش میں آ گیا تو، وہ دس تاریخ کی فجر تک آنکھ جھپکنے کے برابر وقت کے لیے بھی، اس نیت سے کہ میں نے حج کرنا ہے اور اس کو پتہ ہو کہ یہ عرفات ہے، عرفات پہنچ گیا تو اس کا حج ہو گیا۔

(المغنی ابن قدامہ ج: 3،ص: 406)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی مکہ میں اس وقت داخل ہو جب کہ وقوف عرفات بالکل سر پر ہو تو وہ طواف وسعی نہ کرے بلکہ سیدھا عرفات جا کر وقوف کرے۔

(القری لقاصد ام القریٰ ص: 230)

9 ذوالحجہ کی فجر سے تکبیریں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ 8 ذوالحجہ سے لبیک شروع ہو چکا

تھا اور اب تکبیریں بھی ساتھ ساتھ پڑھنی ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

لبیک اور تکبیریں پڑھتے ہوئے عرفات کی جانب روانہ ہوجانا ہے۔ عرفات میں جا کر اکیلا پڑھے تب بھی یا جماعت کے ساتھ پڑھے تب بھی، ظہر وعصر کے دو دو فرض اکٹھے پڑھنے ہیں۔ پہلے دو فرض ظہر پڑھ کے سلام پھیر دینا ہے، پھر ساتھ ہی عصر کے دو فرض پڑھنے ہیں۔ اگر کوئی آپ کو کہے بھی کہ ظہر اور عصر اپنے اپنے وقت میں الگ الگ پڑھیں گے تو اس کی بات نہیں ماننی اور ظہر وعصر دونوں نمازیں اکٹھی اور مسافر کی طرح قصر پڑھنی ہیں، نہ پوری پڑھیں نہ الگ الگ پڑھیں۔ جب آپ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھ لیں تو اب شام تک کا تمام وقت صرف دعائیں کرنے کے لیے ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر دوسرے آئمہ کے نزدیک باہر سے آئے ہوئے حاجی عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں قصر کر کے پڑھیں گے اور جو لوگ مکہ معظمہ یا ان جگہوں کے، جن کی مسافت قصر کی مسافت سے کم ہے، وہ پوری نماز پڑھیں گے۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، اور دوسرے آئمہ کے نزدیک تمام حاجی قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ آدھی نماز پڑھنا حج کے مناسک میں سے ہے نہ کہ سفر کی وجہ سے ہے۔

(بخاری کتاب المناسک باب منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان، عرفات میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کا بیان، فقہ السنہ، ج: 2، ص: 369 تا 370 محمد عاصم الحداد رحمۃ اللہ علیہ، بحوالہ الفتح الربانی ج: 12، ص: 225، المغنی امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ج: 3، ص: 427، زاد المعاد امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ج: 1، ص: 461-462)

امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دو، دو رکعت ظہر، عصر کو جمع کر کے، پڑھنے کی دلیل قوت کے لحاظ سے، حنفی مذہب سے بہتر ہے۔ (ردّ المختار، ج: 2، ص: 189)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ اگر وہ جماعت کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے تھے تو پھر بھی اپنے خیمہ میں دونوں نمازیں اکٹھی ادا کرتے

تھے۔ یہاں مقامی اور مسافر کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

(بخاری کتاب المناسک باب عرفات میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا بیان)

عرفات میں یا کسی اور جگہ دعا مانگنے کے لیے زبان عربی ہونا ضروری نہیں ہے، آپ اپنی بولی میں کھل کر دعائیں کریں اور اللہ سے بخشش مانگیں۔ مُصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شام تک عرفات میں سوائے چوتھے کلمہ کے اور کوئی دعا نہیں کی۔ یہ کلمہ بظاہر دعا نہ ہونے کے باوجود مکمل دعا بلکہ خیرُ الدعا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: 2598)

مزدلفہ کو روانگی

سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچ جانا ہے۔ یہاں جب بھی پہنچے، مغرب کے تین فرض اور عشاء کے دو فرض ادا کرنے ہیں۔ اگر بسوں پر جانے والے ٹریفک جام کی وجہ سے مزدلفہ نہ پہنچ پائیں تو جہاں ان کو وقت آجائے مغرب اور عشاء پڑھ لیں کیوں کہ آدھی رات کے بعد ان نمازوں کا وقت ختم ہوجائے گا۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے)

مزدلفہ میں رات گزارنی ہے۔ وہاں رات کوئی عبادت نہیں بس سو جانا ہے کیوں کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات تہجد بھی نہیں پڑھی تھی اور صبح اٹھ کر فجر پڑھنی ہے۔

(مسلم کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے نکل جانا ہے اور فجر کے بعد بلند آواز سے تکبیریں پڑھنی ہیں یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

مزدلفہ سے منیٰ کو جانے کی جلدی نہیں کرنی، منیٰ پاس ہی ہے۔

مزدلفہ یا منیٰ میں احرام کی حالت میں پاؤں پر چادر لے سکتے ہیں اور منہ پر بھی لے سکتے ہیں، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ (المحلی، ج: 7، ص: 91)

مزدلفہ میں قیام کے بارے میں جو قرآن کا حکم تھا وہ بھی لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں، وہ یہ کہ وہاں

سورج نکلنے سے پہلے مشعرِ حرام کے پاس ذکرالٰہی کرنا ہے۔

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَٱذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلضَّآلِّينَ

(البقرہ:198/2)

اس کو کئی اماموں نے ایسا حکم قرار دیا جس کے بغیر حج ہی نہیں۔ مگر لوگ یا تو آدھی رات کو ہی وہاں سے چل پڑتے ہیں یا رہے بھی تو نمازِ فجر پڑھتے ہی کھسک جاتے ہیں۔

مزدلفہ میں رات رہنا قرآن کا حکم نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ رہے لہٰذا حاجی وہاں رات رہے تو اچھی بات ہے لیکن اگر کوئی اپنے خیمہ میں جا کر رات گزارتا ہے تو فجر اس کو مزدلفہ میں آکر پڑھنا پڑے گی اور وہاں اس کو سورج نکلنے سے پہلے تک ٹھہرنا ہوگا اور مکہ کی طرف منہ کر کے دیر تک تکبیریں اور لبیک کہنا پڑے گا۔ سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چلے جانا ہے۔

(مسلم کتاب الحج باب نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت)

مزدلفہ سے آدھی رات کے بعد جانے کی اجازت صرف بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ہے۔ یہ اگر آدھی رات کے بعد منیٰ کو چلے جائیں تو ان کو رسولِ کریم ﷺ نے جانے کی اجازت دی ہے۔ تندرست لوگوں کو وہاں فجر پڑھ کر سورج نکلنے سے پہلے تک رہنا پڑے گا اور ذکرالٰہی کرنا پڑے گا۔

(بخاری شریف کتاب المناسک باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منیٰ کو روانہ کر دینا)

رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا

روشنی پھیلنے پر منیٰ کے لیے روانہ ہونا ہے۔ مزدلفہ سے کنکریاں اکٹھی کرنے کی ضرورت نہیں۔ رمی کرنے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے۔

یہاں تین بُرجیاں بنائی گئی ہیں، جن کو لوگ نادانی سے شیطان کہتے ہیں، یہ نام قرآن حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ ان کو جمرات کہتے ہیں۔ 10 ذوالحجہ کو یعنی پہلے دن بڑی برجی کو سات کنکریاں مارنی ہیں اور اس کے ساتھ ہی لبیک کہنا بند کر دینا ہے۔

(بخاری کتاب المناسک باب صبح کی نماز مزدلفہ میں کس وقت پڑھے اور باب تلبیہ وتکبیر جمرہ عقبہ کی رمی تک ہے)

یہ جمرہ مکہ والی طرف ہے۔ کنکریاں منیٰ سے اٹھا سکتے ہیں۔ جو پہلے ماری جا چکی ہیں وہ بھی اٹھا کر مار سکتے ہیں۔ کنکریاں چنے کے دانے کے برابر ہوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ:2619)

کنکریوں کو دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کنکری مارتے وقت صرف اللہ اکبر کہنا ہے کنکریاں مارنے کے بعد احرام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔ عام لباس پہن سکتے ہیں، صرف بیوی حلال نہیں ہوتی۔

کنکریاں مارنے کا وقت آٹھ پہر ہے۔ یعنی دن رات میں کسی وقت مار سکتا ہے، تینوں دن کوئی پابندی نہیں۔ رمی کرنے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے۔

کنکریاں مارتے وقت منہ جمرہ کی طرف اور کعبہ کو بائیں ہاتھ رکھے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ:2621)

زیادہ اموات رمی کرتے ہوئے اور طوافِ زیارت میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں کام صبر سے کرنے چاہئیں۔ آپ کا حج تو نو تاریخ کو ہو چکا۔ اب باقی کاموں کی ترتیب کی حضور ﷺ نے چھٹی دی ہے۔ حجۃ الوداع میں کسی نے آکر بتایا کہ میں نے ابھی کنکریاں نہیں ماری تھیں مگر سر منڈا لیا، کسی نے آکر بتایا کہ میں نے قربانی ذبح کر لی مگر کنکریاں نہیں ماری تھیں، کسی نے بتایا کہ میں نے طوافِ زیارت کر لیا ہے مگر منیٰ والے باقی کام کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا وغیرہ ابھی کیے ہی نہیں، کسی نے آکر بتایا کہ میں نے مکہ جا کر پہلے صفا مروہ کی سعی پہلے کر لی تھی اور طوافِ زیارت بعد میں کیا، ایسے سب لوگوں کو رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب باقی کام مکمل کر لے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ:2658,2657,2656,2655)

اصل دین جو رسولِ کریم ﷺ نے بتایا وہ معلوم ہو تو دل سے بے اختیار نکلتا ہے کہ حضور ﷺ واقعی رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں پر سے بوجھ اتار دیئے۔ مگر بعد والوں نے وہی بیڑیاں امت کو دوبارہ پہنا دیں اور بات بات پر کفارہ ہی کفارہ، دم ہی

دم بیان کرنے لگے۔

دس ذوالحجہ کو کرنے والے چار کام ہیں۔ کنکریاں مارنا، قربانی ذبح کرنا، سر منڈانا اور طواف زیارت، اگر اس دن کر سکے تو کر لیں۔ یہ کام اسی ترتیب سے کیے جائیں تو بہت اچھا ہے مگر ان میں سے اگر آگے پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ طوافِ زیارت دس ذوالحجہ سے شروع ہوتا ہے اور تا زندگی جب بھی کرے گا، طوافِ زیارت ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کے کرنے سے پہلے احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو چکیں مگر بیوی حلال تب ہوگی جب طوافِ زیارت کرے گا۔

(1- مشکوٰۃ کتاب المناسک باب بعض اعمال کو بعض اعمال سے پہلے کرنا بحوالہ بخاری و مسلم۔ 2- بخاری کتاب المناسک باب کسی نے شام تک رمی نہ کی۔ 3- مسلم کتاب الحج باب رمی سے پہلے ذبح جائز ہے۔)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے اماموں کا فتویٰ ہے کہ 11، 12، 13 تاریخ کو کنکریاں مارنے کا وقت سورج نکلنے سے شروع ہو کر اگلے دن کی فجر تک ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کئی عورتیں جو رہ جاتی تھیں یا بیمار ہوتی تھیں وہ رات کو کنکریاں مارتی تھیں۔ پوری دنیا کے علماء کی کمیٹی رابطہ عالمِ اسلامی نے بھی اپنے مکہ کے اجلاس میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

مگر لوگ اس کو شیعہ حضرات کے مسلک کے مطابق سمجھ کر مانتے نہیں اور کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دن ڈھلے کنکریاں ماری تھیں۔ بھئی رسولِ کریم ﷺ نے کسی وقت تو کنکریاں مارنی تھیں۔ انہوں نے اگر دن ڈھلے ماریں تو کیا ہوا، کیا انہوں نے کہیں منع فرمایا کہ اس وقت سے پہلے نہیں مار سکتے۔ کیوں آپ لوگ بڑے بڑے اماموں کی بات نہیں مانتے کہ سورج نکلنے سے شروع ہو کر اگلے دن کی فجر تک کنکریاں مارنے کا وقت ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غیر مشہور روایت میں ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ زوال کے بعد کنکریاں ماری جائیں مگر دوسرے اور تیسرے دن اگر زوال سے پہلے کنکریاں مارے تو بھی جزا ملے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ ص: 346، ج: 5)، (امام محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار (فتاوی شامی) ج: 2، ص: 201) (المحلی ج: 7، ص: 134-135 میں ہے کہ ساری رات کنکریاں مار سکتے ہیں)، القری لقاصد ام القری ص: 481، فتاوی رضویہ ج 10 ص 668، بحوالہ لباب مع شرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی وقت الرمی فی الیومین، ص: 161 تا 185)

قربانی

اس کے بعد قربانی کرنی ہے۔ اگر آپ نے بنک میں قربانی کی رقم جمع کرا دی ہے تو آپ کی طرف سے قربانی ہو گئی۔ جس کے پاس قربانی کرنے کی رقم نہیں ہے وہ تین روزے منیٰ میں 11، 12، 13 تاریخ کو رکھے اور باقی سات وطن میں آ کر رکھے۔ اس طرح دس روزے رکھنے سے قربانی نہ کرنے کا بدل ادا ہو جاتا ہے۔ منیٰ میں جتنی چاہے قربانیاں کر سکتا ہے۔ خود حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے تھے۔

حاجی پر دو قربانیاں کرنا لازم نہیں کہ ایک قربانی منیٰ میں کرے اور ایک اپنے وطن میں کرے۔ عام قربانی کو بھی واجب صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ باقی کسی امام نے واجب نہیں کہا۔ اگر حاجی حج افراد کرے یعنی صرف حج کرے اور ساتھ عمرہ نہ ملائے تو اس پر منیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے۔ مکہ شریف اور اس کے ارد گرد رہنے والے حج کے ساتھ عمرہ نہیں ملا سکتے۔ (سورالبقرہ:196/2) اس حج کو حج افراد کہتے ہیں۔ حج افراد کرنے والا اپنے شوق سے قربانی کرنا چاہے تو کرے ورنہ اس پر منیٰ میں قربانی لازم نہیں ہے۔ جو حج قران یا حج تمتع کرتا ہے یعنی حج و عمرہ اکٹھا کرتا ہے اس کے لیے منیٰ میں قربانی کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ دوسرے علاقوں سے مکہ جائیں ان کا حج صرف حج تمتع ہی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ

اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (البقرہ 196/2:)

اس میں حاجیوں کو حکم ہے کہ وہ سر نہ منڈائیں جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے۔قربانی کا مقام منیٰ ہے۔جب قربانی منیٰ میں پہنچ جائے تو سر منڈانے کی اجازت دے دی گئی، یہ نہیں فرمایا کہ سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی ذبح نہ ہو جائے۔لہٰذا اگر کسی نے بنک میں رقم جمع کرادی تو دس ذوالحجہ کی اس کی قربانی اپنے مقام پر یعنی منیٰ میں پہنچ گئی۔لہٰذا مسئلہ صرف اتنا ہے کہ دس ذوالحجہ کو منیٰ کے علاوہ اور کہیں سر نہیں منڈانا۔

قربانی کے بعد تیسرا کام سر منڈوانا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے استرے سے سر منڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ رحمت کی دعا کی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے بار بار پوچھنے پر چوتھی دفعہ بال کٹوانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا کر دی۔

(بخاری، کتاب الحج باب احرام کھولتے وقت بالوں کا منڈوانا یا کتروانا۔مسلم ،مشکوٰۃ:2648)

استرے سے سر منڈانا ہی بہتر ہے تاکہ دل سے تکبر اور غرور مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رسوا ہو جائے پرانے زمانہ میں جب غلام کو آزاد کرتے تھے تو اس کا سر مونڈھ دیتے تھے تو اس معنی میں بھی منیٰ میں سر منڈانا جہنم سے آزادی کی علامت ہے۔

منیٰ میں بال منڈواتے وقت دائیں طرف سے منڈوانا شروع کرے۔حدیث سے ثابت صرف اتنی بات ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ:2650، ترمذی کتاب الحج باب سر منڈانا کدھر سے شروع کرے)

صحیح بخاری اور مسلم کی احادیث سر منڈاتے وقت حاجی اپنے دائیں طرف سے شروع کرائے جو نائی کی بائیں طرف ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے خلاف

ہے۔امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حدیث کے مطابق اور حنفی مذہب کے خلاف فتویٰ دیا۔

امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سنت ہی پیروی کے لائق ہے اور سنت کے سامنے آجانے کے بعد کسی کیلئے بولنے کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا۔ (فتاویٰ شامی، ج:2،ص:167)

قرآن میں صرف ٹنڈ کرانے کا ہی حکم ہے۔ٹنڈ کرانا چودھراہٹ سے دست بردار ہونے اور عاجزی کی نشانی ہے۔

طوافِ زیارت

یہ حج کا تیسرا اہم رکن ہے۔اس کو ادا کیے بغیر بیوی حلال نہیں ہوتی۔(مسند احمد، نسائی، مشکوٰۃ:2675)

طوافِ زیارت آپ 10 ذوالحجہ سے لے کر پوری زندگی میں کبھی بھی ادا کر سکتے ہیں لیکن جب تک ادا نہیں کریں گے بیوی حلال نہیں ہوگی۔طواف کا طریقہ پہلے بیان ہو چکا ہے مگر اس میں رمل نہیں ہے۔ (ابوداود، ابن ماجہ، مشکوٰۃ:2673)

پھر صفا مروہ کی سعی کرنی ہے۔مقامی لوگوں کے لیے سعی ضروری نہیں۔طوافِ زیارت اگر دس ذوالحجہ کو کیا تو واپس منیٰ جائیں اور 11، 12 تاریخ تک وہاں قیام کریں اور تینوں جمرات کو روزانہ کنکریاں ماریں۔

طوافِ زیارت جلدی کرنے پر بہت سے لوگ زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقہ حنفیہ کے مطابق اگر 12 ذوالحج کی مغرب تک نہ کیا تو ایک قربانی بھی بطور کفارہ دینا پڑے گی اور طوافِ زیارت بھی کرنا پڑے گا۔چونکہ دس سے بارہ تاریخ تک کعبہ شریف میں رش بہت ہوتا ہے لہٰذا طوافِ زیارت کرنا انتہائی مشکل بلکہ بعض دفعہ جان لیوا بھی ہوتا ہے تو اس سلسلہ میں یہ ذہن میں رکھیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور کسی کو تنگ نہیں کرتا۔طوافِ زیارت کے سلسلہ میں چند سہولتیں مختلف فقہی مسالک کے حوالہ سے درج ہیں جن سے فائدہ اٹھائیں اور

خواہ مخواہ تنگ نہ ہوں۔

- □ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد ؒ کے نزدیک طوافِ زیارت کا وقت 10/9 ذوالحجہ کی آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے اور اس کے آخری وقت کی کوئی حد نہیں۔ جب تک انسان زندہ رہے کرسکتا ہے۔

(فقہ السنہ، محمد عاصم الحداد ؒ، ج: 2، ص: 425، بحوالہ الفتح الربانی شرح مسند امام احمد ج: 12، ص: 204، از عبدالرحمن البناء مصری ؒ)

- □ مالکیہ کہتے ہیں کہ طواف زیارت کا وقت دس ذوالحجہ (عید الاضحیٰ کے دن) سے لے کر ماہ ذوالحجہ کے آخر تک ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج: 1، ص: 808، اردو)

- □ شافعیہ کہتے ہیں کہ طوافِ زیارت کا وقت نو دس ذوالحجہ کی نصف شب سے شروع ہوتا ہے، اس کا افضل وقت دس ذوالحجہ ہے، آخری وقت مقرر نہیں ہے، اختیار ہے، کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے مگر بیوی حلال نہ ہوگی۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج: 1، ص: 808)

- □ حنابلہ کہتے ہیں کہ اس کا وقت عید قربان کی آدھی رات سے شروع ہوتا ہے لیکن اس کے انتہائی وقت کی کوئی تعیین نہیں۔ زندگی بھر میں کسی وقت بھی طوافِ افاضہ کیا جا سکتا ہے۔ حنابلہ اس بات میں حنفیہ سے متفق ہیں۔ فقہ علی المذاہب الاربعہ اردو ج:1، ص: 808 اور فقہ السنہ مولفہ محمد عاصم الحداد ؒ (ج: 2، ص:425) میں طوافِ زیارت کے وقت کی بحث موجود ہے۔ جس کے مطابق طواف زیارت کا وقت نو دس کی آدھی رات سے شروع ہوتا ہے اور اس کے آخری وقت کی کوئی حد نہیں، جب تک انسان زندہ رہے وہ اسے کرسکتا ہے۔ تاخیر کی وجہ سے اس کے ذمہ قربانی لازم نہیں ہوگی۔ (الفتح الربانی، ج: 12، ص: 204)

حائضہ عورت، بوڑھوں اور بیمار کا طوافِ زیارت

جس عورت کو مکہ سے حج کے لیے روانہ ہونے سے پہلے اندازہ ہو کہ مجھے نو (9) تا تیرہ (13) ذوالحجہ حیض آجائے گا، ایسی عورت احرام باندھ کر حج پر روانہ ہونے سے پہلے مکہ میں پیشگی طواف اور سعی کرلے اور نیتِ طوافِ زیارت کی کرے۔ اُس کو اب حج کے بعد طواف زیارت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیمار، بوڑھے اور ایسی عورت کو طواف زیارت حج سے پہلے کر لینے کی اجازت ہے۔ طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض آجائے اور اگلے دن اس کی فلائٹ ہو تو وہ تیمّم کر کے طوافِ زیارت کر لے۔ یہ حل امام ابن قیم ؒ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے آٹھ حل بتائے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔ انہوں نے اعلام الموقعین ج: 3، ص: 28 پر لکھ کر یہ فرمایا کہ مجھے اس قول کا قائل کوئی نہیں ملا۔

لیکن علماء اسلام کی کتابوں میں اس کا حل موجود ہے یعنی ایسے لوگ طواف زیارت پہلے کرلیں یا خلافِ توقع حیض آنے کی صورت میں کسی کو اپنا نائب بنالیں کہ وہ ان کی طرف سے طواف کرے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: 10، ص: 744، فصلِ سوم کا مسئلہ نمبر 27، فروع کافی کتاب الحج باب تقدیم طواف الحج مراۃ العقول ج: 18، ص: 111-112)

اگر عورت کو بالکل خلاف توقع حیض آجائے اور پہلے طواف نہیں کیا تھا اور ادھر جہاز کی روانگی ہو یعنی ان کے پاس وقت نہیں کہ حیض ختم ہونے کا انتظار کریں تو ایسی عورت اپنے محرم کو کہے کہ میری جگہ طواف زیارت کے سات چکر لگا کر دو نفل پڑھ دو۔ صفا مروہ کی سعی وہ عورت خود کرے کیونکہ سعی کے لیے پاک ہونے کی شرط نہیں ہے۔ جیسے پورا حج دوسرے کی جگہ کرسکتے ہیں اسی طرح طواف اور رکعتوں کی نیابت بھی ہوسکتی ہے کیونکہ مجبوری ہے۔

(المحلی ج: 7، ص: 61)

حضرت عمر ؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمر ؓ کا خیال تھا کہ طوافِ زیارت کرنے سے پہلے خوشبو بھی حلال نہیں ہوتی۔ ان کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمر ؒ جن

کا شمار فقہائے سبعہ (سات بڑے فقیہ) میں ہوتا ہے، نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا احرام والا طوافِ زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگا سکتا ہے یا بیوی کی طرح خوشبو بھی طوافِ زیارت کرنے تک حرام ہے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے خود حضور ﷺ کو طوافِ زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی۔ (لہٰذا صرف عورت حرام ہے) اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی پاس ہی تھے۔

یہ سن کر حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی سنت زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور اپنے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ چھوڑ دیا۔ (فتح الباری شرح بخاری امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج: 3،ص: 398)

دو رکعتِ طواف

سات چکر پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔

سعی صفا و مروہ

طوافِ کے بعد سعی کرنی ہے۔

اگر کسی عورت نے طواف کرلیا مگر سعی باقی تھی تو اسی دوران حیض آ گیا تو اس کا عمرہ اور طوافِ زیارت درست ہے کیونکہ وہ حالتِ حیض میں سعی کر سکتی ہے۔ پاک ہونا سعی کی شرط نہیں ہے صرف طواف کے لیے ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ نے حائضہ کو سعی سے منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح کسی مرد کا وضو دورانِ سعی ٹوٹ جائے تو اس کو بھی وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(المحلی ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ج: 7،ص: 180، القریٰ لقاصد ام القریٰ امام محب الدین طبری،ص: 336، فتح الباری ج: 3،ص: 505)

طوافِ وداع

جس طرح کسی سے رخصت ہوتے ہیں اور اس کو الوداعی سلام کرتے ہیں اسی طرح

خانہ کعبہ سے رخصت ہوتے وقت الوداعی طواف کرتے ہیں۔ طوافِ وداع کا حکم ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: 2668)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس عورت کو حیض آ گیا اور اس کا طوافِ وداع رہتا تھا، اس کو اجازت ہے کہ وہ طوافِ وداع نہ کرے۔

(مسلم، مشکوٰۃ: 2668، القریٰ لقاصد ام القریٰ ص: 509، بخاری کتاب المناسک باب طوافِ وداع کا بیان)

مدینہ شریف کی فضیلت

مدینہ شریف بھی حرم ہے۔ (مسلم کتاب الحج باب مدینہ کی فضیلت) (بخاری، مشکوٰۃ: 2745)

خاکِ یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

کھول دے، اے زندگی، رختِ سفر
منزلِ آخر، مدینہ آ گیا

زیارت مسجد نبوی و روضہ پاک علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

سب سے پہلے مسجد نبوی میں جا کر اگر فرض نماز کا وقت ہو تو اس میں شامل ہوں اور اگر اس کا وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں نماز کا ثواب ایک ہزار گنا ملتا ہے۔ اس کے بعد روضہ نبوی پر جا کر پہلا سلام تو ملاقات کا ہوگا جو کہ التحیات میں پڑھتے ہیں یعنی السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته کہیں۔ اس کے بعد سلامِ محبت پڑھنا ہے۔ اس کے لیے کوئی صیغہ مقرر نہیں، جیسے دل چاہے آپ حضور ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کریں۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں سورہ المائدہ: 35/6 کے الفاظ (وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ) کے تحت لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب روضہ نبوی میں زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو صرف سلام کہتے اور اس سے زائد کچھ نہ کہتے نہ کچھ مانگتے اور واپس چلے

جاتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم دعا کرتے وقت یہاں قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کی فرمائش پر حج وعمرہ پر جو کتاب لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ روضہ پاک پر جا کر نہ جالی کو بوسہ دینا ہے، نہ اس کو ہاتھ لگانا ہے نہ روضہ پاک کے گرد طواف کرنا ہے کیونکہ یہ سب کام حرام ہیں اور بیت اللہ کا خاصہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کم از کم چار ہاتھ جالی سے دور رہو۔ اگر تم زندگی میں ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تو، کیا تم جا کر چمٹ جاتے؟ یہ بھی ان کی مہربانی ہے کہ تم کو وہاں بلا لیا گیا اور تم ہو کہ آگے بڑھ بڑھ جاتے ہو۔ چار ہاتھ کے فاصلہ پر رہو۔ آہستہ آواز سے درود شریف پڑھو، تمہارا درود شریف پہنچ رہا ہے۔ نہ سجدہ کرو نہ اتنا جھکو جو رکوع کے برابر ہو۔

(رسالہ انوار البشارۃ فی احکام الحج والزیارۃ، وصل ہفتم نمبر شمار 16، 17، 38)

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

"آسمان کے نیچے یہ ایسی ادب کی جگہ ہے جو عرش سے بھی زیادہ نازک ہے۔

یہاں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے اولیاء بھی سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں۔"

مسلمانوں کے تمام علماء متفق ہیں کہ سوائے حجر اسود کے کسی چیز کو بوسہ نہیں دینا چاہیے حتیٰ کہ کعبہ شریف کو بھی نہیں، مگر لوگ کسی بھی مسلک پر نہیں رہتے اور نہ اپنے آپ کے سوا کسی کی مانتے ہیں۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پوری کرنے والی روایت ضعیف ہے، اس لیے حائضہ عورت کی نمازیں رہ بھی جائیں تو کوئی فرق نہیں۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ ج: 1، ص: 366، حدیث نمبر 364۔)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور مفتی حرم عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ مدینہ جا کر ایک ہزار نماز کا ثواب لینے کی بجائے مکہ میں رہ کر ایک لاکھ گنا ثواب لے لو۔

زیارتِ مسجد قبا

مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ، باب مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا بیان)

زیاراتِ مدینہ

مسجد نبوی، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قبرستان بقیع، قبور شہدائے احد، مسجد قبا۔

اسرار، حقائق اور حکمتِ حج وعمرہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں (ج: 10، صفحہ نمبر 133 تا 139) حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مناسکِ حج وعمرہ کی حکمت لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست حج کر کے واپس آئے اور ان سے ملے تو انہوں نے اپنے دوست سے مختلف مناسک کے بارے میں سوالات کیے۔ انہی سوالات کے ساتھ ساتھ آپ نے حج اور عمرہ کے اسرار، حقائق اور حکمتیں بیان فرمائیں۔

دوست نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں نے سب سے پہلے حج کا عقد باندھا یعنی پکا ارادہ کیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ عقد باندھتے وقت کیا تم نے خدا کی مرضی کے خلاف تمام عقد توڑ دیے تھے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کہ تم نے حج کا عقد نہیں باندھا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے میقات پر جا کر کپڑے اتارے تا کہ احرام باندھوں۔ آپ نے پوچھا کہ جب تم نے کپڑے اتارے تو کیا خدا کے سوا ہر شے سے مجرّد (خالی) ہوئے کہ نہیں؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم نے کپڑے نہیں اتارے۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا اس غسل کے ساتھ ساتھ، جتنی بیماریاں تمہارے دل میں تھیں وہ بھی نکل گئیں یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم نے غسل نہیں کیا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے لبیک کہا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے خدا کا جواب بھی

سنا؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے لبیک نہیں کہا۔

پھر کہنے لگا کہ میں حدود حرم میں داخل ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ حدودِ حرم میں داخل ہوتے وقت کیا تم نے سب حرام چھوڑنے کا فیصلہ کیا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا تم حدود حرم میں داخل نہیں ہوئے۔

پھر اس نے کہا کہ مجھے مکہ کے مکان نظر آئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تجھے خدا کی طرف سے ایمان اور سکینت (سکون) بھی اترتے نظر آئے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تجھے مکہ کے مکان نظر نہیں آئے۔

پھر اس نے کہا کہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا۔ پوچھا کیا تجھے خدا کے قرب کا احساس ہوا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا تو مسجد حرام میں داخل نہیں ہوا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے کعبہ دیکھا۔ پوچھا کیا تجھے خدا نظر آیا؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے کعبہ نہیں دیکھا۔

پھر اس نے کہا کہ طواف شروع کر کے پہلے تین چکروں میں میں نے رمل کیا یعنی تیز تیز چلا۔ پوچھا کہ کیا تم نے اس وقت دنیا کو پیچھے چھوڑ کر رمل کیا کہ وہ تجھے پکڑ نہ سکے؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے رمل نہیں کیا۔

اس نے کہا کہ میں نے تین چکروں کے بعد باقی چار چکر آہستہ رفتار سے لگائے۔ پوچھا کہ کیا تجھے ان چار چکروں میں دنیا کے تعاقب سے امن مل گیا تھا اور خدا کا شکر تیرے دل میں بڑھا؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے نہ رمل کیا اور نہ تو آہستہ چلا۔

اس نے کہا کہ میں نے حجر اسود کو چوما۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو پوچھا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگانا تو خدا تعالی سے ہاتھ ملانا ہے۔ کیا حجر اسود کو چومنے اور ہاتھ لگانے کے بعد تجھے خود پر امن کا اثر محسوس ہوا؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے حجر اسود کو نہیں چوما اور نہ ہاتھ لگایا۔

اس نے کہا کہ پھر میں نے مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت ادا کیں۔ پوچھا کہ کیا اس وقت تجھے یہ احساس ہوا کہ خدا تعالی سامنے تخت پر جلوہ افروز ہے اور تم اس کے سامنے کھڑے ہو؟ کیا ابراہیم علیہ السلام کی شانوں میں سے کوئی شان تجھے خود میں محسوس ہوئی؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر رکعتیں نہیں پڑھیں۔

اس نے کہا کہ پھر میں صفا پہاڑی پر چڑھا اور سات بار اللہ اکبر کہا۔ پوچھا کہ کیا تو نے فرشتوں والی تکبیر کہی کہ اے اللہ تیری شان ہماری عبادت سے بہت بلند ہے؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے تکبیر نہیں کہی۔

اس نے کہا کہ پھر میں صفا پہاڑی سے اترا۔ پوچھا کہ کیا اترتے وقت تمام عیبوں سے پاک صاف ہو گئے تھے؟ (کیونکہ صفا صفائی سے نکلا ہے) کہا نہیں، فرمایا کہ تم صفا سے نہیں اترے۔

اس نے کہا کہ پھر میں دونوں ستونوں کے درمیان تیز دوڑا۔ پوچھا کہ کیا اس وقت تم نے اپنے وجود کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور اپنی انا کو پیچھے چھوڑ کر بھاگے تھے یا نہیں؟ یعنی لاحول ولا قوۃ کا اقرار کیا تھا؟ کہ اے اللہ حج و عمرہ بھی تیری توفیق سے ہی کر رہا ہوں اور یہی ایاک نعبد وایاک نستعین ہے۔ کہا نہیں، فرمایا تو نے سعی نہیں کی۔

اس نے کہا کہ پھر میں مروہ پہاڑی پر چڑھا (مروہ پختہ پتھر کو کہتے ہیں)۔ پوچھا کہ کیا اس وقت تیرا ایمان پتھر کی طرح مضبوط ہوا اور وہاں تجھ پر رب کی طرف سے سکون نازل ہوا؟ کہا نہیں، فرمایا تم مروہ پر نہیں چڑھے۔

اس نے کہا کہ (آٹھ ذوالحج کو) منیٰ گیا (منیٰ کا ایک معنی تمنا بھی ہے)۔ پوچھا کہ کیا وہاں تیرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ گناہ کے کام جو میں پہلے کرتا تھا اب نہیں کروں گا اور خدا تیری وہ پہلی حالت بدل دے؟ کہا نہیں، فرمایا تم منیٰ نہیں گئے۔

اس نے کہا کہ پھر میں نے مسجد خیف میں نماز پڑھی۔ پوچھا کہ کیا اس وقت تم کو ایسا

خوفِ خدا ہوا جو پہلے کبھی نہ ہوا ہو؟ کہا نہیں، فرمایا تم نے مسجد خیف میں نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا کہ (نو ذوالحج کو) عرفات میں وقوف کیا (عرفات کا معنی معرفت، پہچان ہے)۔ پوچھا کیا وہاں تم کو اس کام کی پہچان ہوئی جس کام کے لیے تم دنیا میں آئے ہو؟ اور اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد دوسری دنیا کے جو حالات پیش آنے والے ہیں ان کا پتہ چلا؟ اور یہ کہ معرفت صرف خدا ہی دے سکتا ہے، اور یہ کہ دین کے تمام ارکان و احکام رب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، دکھ سکھ سب کس کی طرف اشارہ کرتے ہیں؟ کیا ان سب کی پہچان ہوئی؟ کہا نہیں، فرمایا تم عرفات نہیں گئے۔

اس نے کہا کہ پھر میں مزدلفہ گیا اور وہاں مشعرِ حرام دیکھا (مشعرِ حرام حرمت والے نشان کو کہتے ہیں)۔ پوچھا کہ کیا وہاں اللہ کا شعور حاصل ہوا؟ کیا مشعرِ حرام نے تجھ کو خدا کا شعور دے کر خدا کے سوا سب کچھ بھلا دیا؟ کہا نہیں، فرمایا تم مزدلفہ نہیں گئے۔

اس نے کہا کہ (دس ذوالحج کو) جمرات کو کنکریاں ماریں۔ پوچھا کہ کیا کنکریوں کے ساتھ ساتھ اپنی جہالت کو بھی پھینک دیا یا نہیں؟ کیا خدا، رسول ﷺ، آخرت کا نیا علم حاصل ہوا یا نہیں؟ کہا نہیں، فرمایا تم نے جمرات کو کنکریاں نہیں ماریں۔

اس نے کہا کہ پھر میں نے جانور ذبح کیا۔ پوچھا کہ کیا اس وقت اپنی من مرضی پر بھی چھری پھیری کہ آج کے بعد اپنی من مرضی ختم کر کے صرف خدا کی مرضی پر چلوں گا؟ کیا اپنے نفس کو بھی ذبح کیا؟ کہا نہیں، فرمایا تم نے جانور ذبح نہیں کیا۔

اس نے کہا کہ پھر میں نے سر منڈایا۔ پوچھا کہ کیا بالوں کے ساتھ ساتھ طول امل (لمبی آرزوئیں) کو بھی کم کیا؟ کہا نہیں، فرمایا تم نے سر نہیں منڈایا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے طوافِ زیارت کیا۔ آپ نے کہا کہ حاجی اللہ کا مہمان ہوتا ہے، اور میزبان پر مہمان کی عزت لازم ہے۔ کیا طوافِ زیارت کے وقت تجھ پر دین کے مزید راز اور انعام منکشف ہوئے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ تو نے طوافِ زیارت نہیں کیا۔ تو کیسا مہمان ہے کہ جس کو میزبان کی طرف سے اپنی عزت نظر نہیں آئی۔

اس نے کہا کہ طوافِ زیارت کے بعد میں حلال ہو گیا (یعنی تمام پابندیاں ختم ہو گئیں)۔ پوچھا کہ کیا اُس وقت تو نے حرام سے توبہ کی اور یہ عہد کیا کہ اب ساری زندگی صرف حلال کھاؤں گا؟ کہا نہیں، فرمایا تو حلال نہیں ہوا۔

اس نے کہا کہ پھر میں نے طوافِ وداع کیا۔ پوچھا کہ کیا اس وقت اپنے نفس اور روح کو وداع کر کے صرف خدا کی محبت اپنے دل میں پیدا کی؟ کہا نہیں، فرمایا تو نے طوافِ وداع نہیں کیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے حج نہیں کیا، تم پر لازم ہے کہ دوبارہ حج کرو اور اپنی طرف سے پوری کوشش کرو کہ ایسا حج کر سکو۔

حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہانی میں نے اس لیے بیان کی کہ خواب سے جاگ کر غفلت چھوڑ دو۔ عام لوگوں کی عبادت الگ ہے اور اللہ والوں کی عبادت اور طرح کی ہوتی ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اپنا ذوق بیان کیا جب کہ کچھ حاجی اس سے کم اور کچھ اس کو پانے کے علاوہ اور بھی پاتے ہیں۔ مجھ (ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) سے پہلے بھی خدا کے نیک بندے اسرار دین بیان کرتے رہے ہیں اور میں نے اپنے پاس سے کوئی نیا کام شروع نہیں کیا۔

موسمِ حج وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

بجھی عشق دی اگ نوں وا لگی ، سماں آیا ای شوق جگاونے دا
بالناتھ دے ٹلے دا راہ پھڑیا، متا جاگیا کن پڑواونے دا
یار ملے تاں شکر بجا لیایئے، کی فائدہ عمر گواونے دا
یارو آکھدے نے بالناتھ جوگی، وَل جان دا پار لنگاونے دا
اک روز وچہ پندھ کر گیا سارا، ایسا چاء سی بھیس وٹاونے دا
نا امید ہویا دنیا داریاں توں، فکر لاہیا سو فیر مُڑ آونے دا
نالے آکھدا جے کرامات ہووے، نالے آکھدا کم بناونے دا
پٹے وال ملایاں دے نال پالے، وقت آیا سو رگڑ مناونے دا
بُندے سونے دے لاہ کے چاء چڑھیا، کن پاڑ کے منداراں پاونے دا
جَرم کرَم تیاگ کے تھاپ بیٹھا، کِسے جوگی دے ہَٹ وکاونے دا
ناتھ آکھدا جوگ دا سبق پہلا، کرنا مار کے دیہی دا ناس جٹا
چھڈ آسرے جگ جہان والے، اکو رب دی رکھنی آس جٹا
چھڈ دغا دغولیاں بخل کینہ، ہو کے حرص ہوا تھیں پاک جٹا
نہ توں اگ رہیں نہ تو رہیں پانی، نہ توں رہیں ہوا نہ خاک جٹا
لے کے استرا درد فراق والا، اک پل وچ روڈ کرا لیا سُو
وارث شاہ میاں سنیار وانگوں، جٹ فیر مڑ بھَن کے گا لیا سُو
ادھیاں باشی جَتی سَتی جوگی، جھات استری وَل نہ پاونا اوئے
لکھ خوبصورت پری حور ہووے، ذرا جی نوں نئیں بھرماونا اوئے